حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

مئی و جون سنہ ۲۰۱۶ء

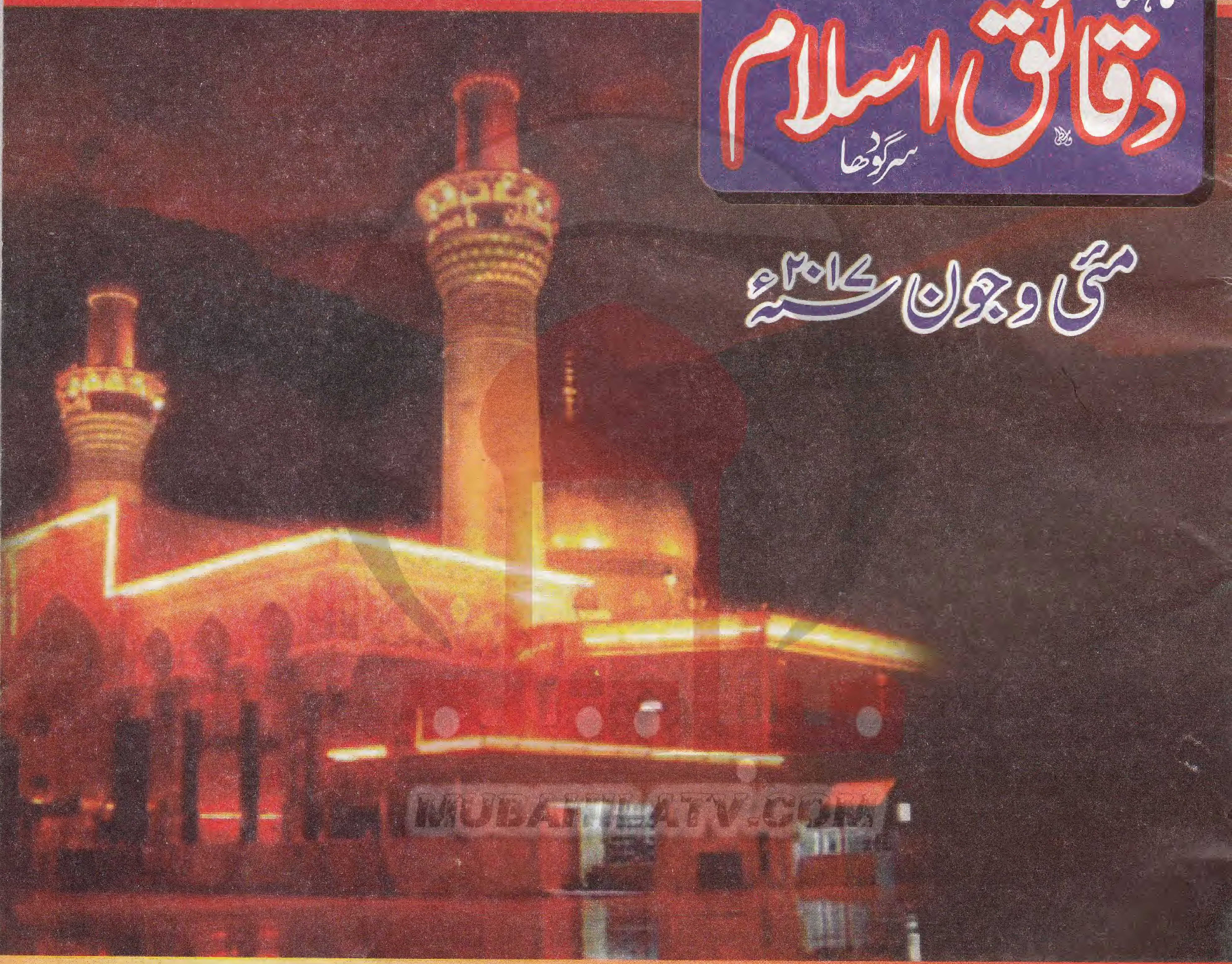
MUBAHILATV.COM

زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536
Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

اداریہ

تشیّع قرآن و اہلِ بیتؑ کی نظر میں

ملت شیعہ خیر البریہ کے عقائد و اعمال میں جو انحرافات دانستہ یا نادانستہ طور پر پیدا کیے گئے ہیں یا پیدا کیے جا رہے ہیں، یہ اپنی جگہ پر نہایت قابلِ مذمت اور قابلِ صد نفرین ہیں اور ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ یہ کج اعتقادی و کج عملی ملت یہود کے غلبہ بر عالم اسلام کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی سعی لا حاصل ہے۔ کیونکہ "الحق یعلو و لا یعلی علیہ" کہ حق ہی ہمیشہ سربلند و سرفراز ہوتا ہے، ان حالات میں ملت جعفریہ کے ہر فرد پر فرض ہے کہ عقائد حقہ اور اعمال صحیحہ کا علم حاصل کرے اور انھیں دوسروں تک نقل کرے، تاکہ وہ "کن عالما او متعلما او احب اھل العلم فلا تکن رابعا فتھلك" کہ عالم بنو، یا طالب علم دین بنو، یا اہل علم سے محبت کرنے والے بنو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، کے تحت ہلاکت دنیوی و اخروی سے محفوظ و مصوّن رہ سکے۔ لہٰذا جہاں بھی طریقہ محمدیہ سے انحراف کو محسوس کرے اپنی توان کے مطابق اس کی اصلاح کرے، تاکہ فریضہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کے عملی احیاء ہو سکے اور ملت شیعہ آیہ کریمہ "کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر" کا مصداق حقیقی قرار پا سکے اور جب فریضہ امر بالمعروف اور نہی از منکر واجب عینی کے طور پر ہر مکلّف پر واجب و لازم ہے تو ملت جعفریہ کے علماء پر اس کا وجوب شدید تر اور مؤکد تر ہے۔ کیونکہ انبیاء و رسل جن کی بعثت کا ہدف امر بالمعروف اور نہی از منکر ہے، اور علماء طبق فرمائش ختم مرتبت ورثاء انبیاء ہیں تو جن مقاصد کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا گیا تھا، ان کا حصول علماء و فضلاء کا اولین منصبی فریضہ ہے اور احادیث میں اس امر کی بہت زیادہ تاکید بھی ہوئی ہے جن کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ جب بدعات ظاہر ہوں تو علماء پر اپنے علم کے اظہار کے ذریعہ بدعات کا سد باب کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ آتش جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ لیکن اکثر بزرگ علماء کے دار زحمت و تکلیف سے دار رحمت و انعام کی طرف کوچ کر جانے کے بعد فریضہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کی ادائیگی کے لیے نہایت ہی محدود افراد رہ گئے تھے اور اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فاسد العقیدہ و العمل سستی شہرت کے طلب گار، آیاتِ الٰہی کو مال دنیا سے فروخت کرنے والے اغیار کے آلہ کار افراد نے ملت شیعہ کے عقیدہ و عمل میں طرح طرح کے بے سروپا عقائد اور من پسند مخالف قرآن و سنت اعمال داخل کرنا شروع کیے، جس کو جوان سال و جوان ہمت علماء مدارس دینیہ نے بہت جلد محسوس کیا اور اس بدعقیدتی و بدعملی کے سد باب کے لیے متحدہ جدوجہد بنام "تشیّع قرآن و اہلِ بیت کی نظر میں" کے عنوان سے اجتماعات کے سلسلہ کا آغاز کیا، جس کو بزرگ علماء کی بھرپور تائید و حمایت اور ہر لحاظ سے تعاون حاصل ہے۔

باب العقائد

خدا کی ہستی کے موضوع پر ایک دلچسپ مکالمہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

خدا کی ہستی کے موضوع پر ایک دلچسپ مکالمہ

صاحب رسالہ دین وشریعت نے ایک منکر خدا کے ساتھ اپنا ایک عجیب مکالمہ نقل کیا ہے، جو اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ افادۂ ناظرین کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں: "ایک دفعہ ایک ایسے صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں شک رکھتے تھے اور اس پر بحث کرنا چاہتے تھے۔ راقم سطور نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کاغذ پر جو حروف لکھے ہوئے ہیں وہ کسی لکھنے والے نے نہیں لکھے ہیں بلکہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں، تو کیا آپ میری اس بات کو مان لیں گے؟ یا اس کا امکان بھی تسلیم کرلیں گے؟ انھوں نے کہا: نہیں، یہ بالکل ناممکن ہے۔ پھر میں نے کہا: اور اگر اسی طرح میں اپنی گھڑی کے متعلق آپ سے کہوں کہ یہ کسی بنانے والے نے بنائی نہیں ہے بلکہ آپ سے آپ یہ بن گئی ہے یا اپنے اس فونٹن پن کے بارہ میں دعویٰ کروں کہ یہ کسی بنانے والے نے بنایا نہیں ہے بلکہ یونہی آپ سے آپ بن کر آسمان سے گر پڑا ہے یا اگر کسی دوڑتی ہوئی موٹر کے متعلق میں آپ سے کہوں کہ اس کو کسی نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہے اور کوئی ڈرائیور اس کو چلا نہیں رہا ہے بلکہ یہ آپ سے آپ دوڑ رہی ہے اور ہر موڑ پر خود ہی قاعدہ کے مطابق مڑ جاتی ہے۔ تو کیا آپ میری ان باتوں کو باور کرسکیں گے؟ تو ان صاحب نے جواب دیا کہ ان میں سے تو کسی بات کو بھی عقل تسلیم نہیں کرسکتی۔ میں نے ان سے کہا: اللہ کے بندے! موٹر، فونٹن پن اور گھڑی جیسی چیزوں کے متعلق تو آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہیں اور اس کاغذ پر لکھے ہوئے ٹیڑھے ترچھے حروف کے متعلق بھی آپ کی عقل کسی طرح نہیں مان سکتی کہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں لیکن چاند، سورج یہ ایک حیرت انگیز حکیمانہ نظام کے ساتھ چل رہے ہیں، اور ان سے بھی عجیب تر انسان کی ہستی ہے۔ اس کا دل و دماغ اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان ان سب کے متعلق آپ کی عقل مان سکتی ہے کہ یہ بغیر کسی کے بنائے آپ سے آپ ہی بن سکتے ہیں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ: بس آپ کے نزدیک یہ بات بالکل بدیہی اور ناقابلِ بحث ہے کہ کاغذ کے اس پرزہ پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے کسی لکھنے والے نے لکھا ہے اور اس گھڑی، فونٹن پن کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے اور موٹر بھی کسی کارخانہ میں بنی ہے اور اگر وہ

چل رہی ہے تو یقیناً چلانے والے کے چلانے سے چل رہی ہے۔ اسی طرح یہ بات اس سے بھی زیادہ بدیہی اور قطعاً ناقابلِ بحث ہے کہ یہ چاند، سورج اور انسان، حیوانات اور یہ ساری کائنات کسی حکیم و خبیر اور کسی کامل القدرۃ ہستی کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں شک و بحث کرنا اپنی فطرت کے مسخ ہوجانے یا عقل سے اپنے بالکل کورے ہونے کا ثبوت دینا ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ ﴿۳۷﴾ (سورۃ ق: ۳۷)

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

اِثباتِ صانع پر ایک اِقناعی دلیل

عقل کے نزدیک ضررِ محتمل کا دفع کرنا اور اس سے بچاؤ کی تدبیر اختیار کرنا لازم ہے۔ یعنی جہاں کسی قسم کے ضرر پہنچنے کا محض احتمال و اندیشہ بھی ہو، وہاں عقلِ سلیم بطورِ وجوب اس کے دفع کرنے اور اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر اختیار کرنے کا حکم کرتی ہے، چہ جائیکہ جب وہ ضرر یقینی و حتمی ہو، چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے کہ اگر کوئی غیر ثقہ آدمی یا کوئی بچہ کسی شخص کو یہ خبر دے کہ فلاں جگہ ایک شیر یا اژدہا بیٹھا ہے جو شخص بھی اس طرف سے گزرتا ہے وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ تو اگرچہ اس شخص کو اس مخبر کی اس خبر پر یقین نہ ہو مگر محض اس خیال سے کہ شاید یہ سچ کہہ رہا ہو، اور مبادا اسے کوئی ضرر پہنچ جائے، اس لیے وہ یا تو اس مقام پر جاتا ہی نہیں، اور اگر جائے بھی تو بچاؤ کی کوئی نہ کوئی تدبیر کرکے جاتا ہے۔ اور یہی طریق کار عقل و فطرت کے عین مطابق ہے۔ مگر مُتعلقہ مسئلہ میں پہنچ کر منکرین خدا کے نزدیک یہ اصول بدل جاتے ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بنا بر مشہور ایک لاکھ چوبیس ہزار صادق القول معصوم عن الخطاء انبیاءؑ و مرسلینؑ اور ان سے بھی زائد ان کے اوصیاء طاہرینؑ اور کروڑوں علمائے دین، بلکہ تمام متدینین و ملیین یہ کہتے رہے اور کہہ رہے ہیں کہ خداوند عالم موجود ہے، اور اس صانع حکیم نے اس مادی عالم کے علاوہ ایک اور عالم آخرت جس میں جنّت و دوزخ ہے، بھی پیدا کیا ہے۔ جس میں مرنے کے بعد بطور جزا یا سزا لوگوں کو رہنا ہے۔ کیا یہ حالات اگر کسی عقلمند آدمی کے سامنے ہوں تو اس کی عقل اسے حقیقتِ حال کا سنجیدگی سے جائزہ لینے اور متانت سے غور و فکر کرنے پر مجبور نہیں کرتی؟ کیا عقل اسے یہ سوچنے پر آمادہ نہیں کرتی کہ قطع نظر ان ادلہ و براہین کے جو صانع عالم کی ہستی پر قائم ہیں، حقیقت امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا خدا ہے (اور یقیناً ہے) یا نہیں ہے (اور یقیناً یہ شق باطل ہے) اگر نہیں ہے تو اسے ماننے اور نہ ماننے والے مرنے کے بعد سب برابر ہوں گے، نہ کوئی حساب و کتاب ہوگا، اور نہ جنّت و دوزخ۔ لیکن اگر وہ موجود ہوا، تو ماننے میں فائدہ اور نہ ماننے میں ضرر و نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیا صحیح عقل اس ضرر سے بچنے کا حکم نہیں کرتی؟ لیکن باوجودیکہ بقول بعض محققین حقیقی اجماع و اتفاق جس طرح محسوسات میں موجب یقین و اطمینان ہوتا ہے، اسی طرح معقولات میں بھی باعثِ علم و اذعان ہوتا ہے۔ لیکن یہ کج فطرت لوگ اس جم غفیر اور جمع کثیر کے اجماع و اتفاق سے بھی

ہر گز متاثر نہیں ہوتے بلکہ بایں ہمہ اپنے انکار پر اصرار کررہے ہیں ۔ لہٰذا دریں حالات کون دشمن عقل ایسے لوگوں کو صاحبِ عقل تسلیم کرسکتا ہے ۔ یہی مختصر اور سادہ مگر مقنع دلیل حکماء روحانیین یعنی حضرات ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے بھی منقول ہے ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار آبدار حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں:

قال المنجم و الطبیب کلا ھما
لن یبعث الاموات قلت الیکما

''منجم اور طبیب دونوں نے کہا کہ مردے کبھی زندہ نہ ہوں گے ۔ مَیں نے ان کے جواب میں کہا: بس الگ رہو''۔

ان صح قولکما فلست بخاسر
اوصح قولی فالخسار علیکما

''اگر بالفرض تمہاری بات صحیح ہوئی تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں لیکن اگر میرا قول صحیح نکل آیا تو پھر تم دونوں کو ضرور نقصان اٹھانا پڑے گا''۔

(دیوان منسوب بہ حضرت علیؑ)

ایسا ہی ایک استدلال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک دہریہ آنجنابؑ کی خدمت میں یہ مشورہ دینے آیا کہ: ''آپ نماز روزہ وغیرہ خودساختہ احکام کی بے فائدہ پابندی کرکے کیوں لطفِ حیات ضائع کرتے ہیں ۔ حیاتِ مستعار سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اور لطف اندوز ہونا چاہیے''۔

امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ:

''اگر یہ پابندیاں فی الواقع خودساختہ ہی ہیں، اور کوئی حاکم مطلق موجود نہیں تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ موت کے بعد اس پابندی پر کوئی بازپرس نہ ہوگی ۔ لہٰذا تمہارے قول کے مطابق مجھے کوئی خمیازہ نہ بھگتنا پڑے گا ۔ لیکن اگر ہمارا نظریہ درست ہوا تو بتاؤ تمہاری یہ آزادیاں تمھیں آئندہ کہاں لے جائیں گی؟''

(بحارالانوار جلد ۲)

امامؑ کے اس کلام ہدایت التیام کا یہ اثر ہوا کہ وہ دہریہ مشرف بہ اسلام ہوگیا ۔ امام علیہ السلام کے اس کلام معجز نظام کا جس طرح اس دہریہ پر اثر ہوا تھا وہ تو آپ نے سُن لیا ۔ یہاں ایک اور گم گشتہ وادیٔ ضلالت کا تاثر بھی سماعت فرمالیجیے جو غلط تعلیم اور غلط سوسائٹی سے متاثر ہوکر اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار کر دہریت کی تاریک وادیٔ ضلالت میں قدم رکھ چکا تھا اور بڑی بڑی دلیلوں سے اس کی تسلی نہ ہوتی تھی ۔ مگر جب توفیق ایزدی شاملِ حال ہوئی تو امام علیہ السلام کا یہی کلام حق ترجمان پڑھ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگیا ۔ اور اس کے تمام عقدے حل ہوگئے ۔ اس کے اپنے الفاظ میں اس کی داستان سنیے ۔ کہتے ہیں: ''ایک دن مَیں ایک مذہبی رسالہ پڑھ رہا تھا ۔ پڑھتے پڑھتے میری نظر ایک دلیل پر پڑی، جسے صادق آلِ محمدؑ نے خدا کی ہستی کے ثبوت میں ایک دہریہ کے سامنے پیش فرمایا تھا (پھر یہی سابقہ روایت نقل کی ہے) یہ روایت پڑھ کر میرے ہاتھ سے رسالہ گر پڑا ۔ اور میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور مجھ ہی کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ: ''لیکن اگر میں صادق القول ہوں تو یہ آزادیاں

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب الاعمال

اسلام میں برتری کا معیار؟

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

تقویٰ کی اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے وطن، رنگ، زبان، خاندان غرض کہ نوع انسانی کے صدہا خود ساختہ اعزازی مرتبوں کو مٹا کر صرف ایک امتیازی معیار قائم کیا ہے جس کا نام تقویٰ ہے جو ساری نیکیوں کی جان ہے چنانچہ قرآن بآوازِ بلند یہ اعلان کرتا ہے: یایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر ہم نے تم کو مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کر دیا تا کہ تمھاری باہم شناخت ہو سکے۔ تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے اب رہی اس بات کی تحقیق کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟

تقویٰ کیا ہے؟

اس کے لغوی معنی تو بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں۔ مگر اصطلاحِ شریعت میں تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو خدا کو ہمیشہ حاضر ہونے کا یقین پیدا کر کے دل میں خیر و شر کی تمیز اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ واجبات کی بجا آوری تو کیا مستحبات کو بھی ترک نہ کیا جائے اور حرام تو بجائے خود مکروہ سے بھی دامن کو بچایا جائے مگر تقویٰ کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جان بوجھ کر واجبات کو ترک نہ کیا جائے اور حرام کا ارتکاب نہ کیا جائے مذکورہ بالاحقائق سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تقویٰ دل کی پاکیزہ ترین اور اعلیٰ ترین کیفیت کا نام ہے جو تمام نیکیوں کی محرک ہے اور سارے مذہب کی جان اور دینداری اس کی روح رواں ہے۔ رزقنا اللہ اللتقوی و جمیع اھل الایمان بجاہ النبی والہ سادۃ الانس والجان علیه وعلیھم صلوت الرحمن۔

④ انکساری اور خاکساری

یہ کبر و غرور اور اعجاب نفس کی ضد ہے یہ کبریائی خدائے تعالیٰ کی خاص صفت ہے: ولہ الکبریا فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم (جاثیہ) بڑائی اسی کے لیے ہے آسمانوں میں اور زمین میں وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اس لئے بندوں کی یہ شان نہیں کہ کبریائی اور بڑائی کا اظہار کریں۔ خدا نے حضرت لقمانؑ کی یہ اخلاقی نصیحت جو انھوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی قرآن میں نقل فرمائی ہے جو خاکساری کے مختلف مظاہر پر مشتمل ہے۔ ولا تصعر خدك للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیك واغضض

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب التفسیر

شعائر اللہ کے مفہوم کی وضاحت

اور اسلام کی عادلانہ اور شریفانہ تعلیم

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَ لَا الشَّہۡرَ الۡحَرَامَ وَ لَا الۡہَدۡیَ وَ لَا الۡقَلَآئِدَ وَ لَاۤ آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رِضۡوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ؕ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا (سورۃ المائدۃ: ۲)

ترجمۃ الآیت

اے ایمان والو! خدا کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی اور نہ قربانی والے جانور کی اور نہ گلے میں پٹے ڈالے ہوئے جانوروں کی اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو اپنے پروردگار کا فضل و کرم اور اس کی رضا مندی کے طلب گار بن کر بیت الحرام (مقدس گھر) کی طرف جا رہے ہیں، اور جب احرام ختم ہو جائے (یا حرم سے باہر نکل جاؤ) تو شکار کر سکتے ہو۔ اور خبردار تمھیں کسی قوم سے عداوت کہ اس نے تمھیں مسجد حرام سے روک دیا تھا، اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس پر) ظلم و زیادتی کرو۔

تفسیر الآیت

یہاں خورد و نوش کے احکام کا تذکرہ بالعموم اور گوشت کا تذکرہ بالخصوص کیا جا رہا ہے کہ ہر قسم کے مویشی تمھارے لیے حلال ہیں، سوا ان کے جن کا حکم تمھیں پڑھ کر سنایا جائے گا۔ بہیمہ، جس کی جمع بہائم ہے کہ معنی لغت عرب میں ہر اس جانور کے ہیں جو قوت گویائی نہ رکھتا ہو یعنی خشکی و تری کا ہر چوپایہ علاوہ درندوں اور پرندوں کے اور یہی معنی نعم کے ہیں، جس کی جمع انعام ہے۔ چونکہ نزولِ قرآن کے وقت عربوں میں جو باطل نظریات اور فاسد خیالات پائے جاتے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انھوں نے بعض جانور اپنے اوپر حرام قرار دے رکھے تھے، جیسے بحیرہ وغیرہ اور کچھ جانور خدا نے بطور سزا بنی اسرائیل پر حرام قرار دے دیے تھے۔ تو خدائے مہربان ان سے جانوروں کا گوشت و پوست مسلمانوں کے لیے حلال قرار دے رہا ہے۔ سوا ان کے جس کا تذکرہ اسی سورہ کی آیت نمبر ۳ میں کیا گیا ہے۔ بعض اخبار و آثار کے مطابق اس بہیمۃ الانعام سے مراد وہ بچے ہیں جو ذبح شدہ حیوان کے پیٹ سے نکلیں، اور ان کی ماں کے ذبح ہونے کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی ہو کہ وہ حلال ہیں اور اگر ذبح شدہ ماں کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوں تو پھر علیحدہ ذبح کیے جائیں گے۔

(تفسیر عیاشی و صافی)

احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے

یہ دوسرا حکم دیا جارہا ہے کہ حج وعمرہ کے احرام کی حالت میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا بھی حرام، اور اگر کسی اور شخص نے شکار کیا ہو تو اس کا گوشت بھی محرم کے لیے ممنوع ہے۔ ہاں البتہ جب احرام کھل جائے اور آدمی حرم سے باہر نکل جائے تو پھر شکار کرسکتا ہے اور اسی طرح اہلی (پالتو) جانوروں کے ذبح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ احکام جاری کرتا ہے۔ لہٰذا کسی بندہ کہلانے والے کو اپنے معبود کے حکم کے سامنے چوں و چرا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

شعائر اللہ کے مفہوم کی وضاحت

یہاں شعائر اللہ اور دوسری بعض محترم چیزوں کی ہتک حرمت کرنے کی اہل ایمان کو مناہی کی جارہی ہے۔ '' شعائر'' شعیرہ کی جمع ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ہر وہ علامت جس کی نسبت اللہ کی طرف ہو، اور جس سے حق و باطل کی پہچان ہو سکے۔

ارشاد قدرت ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (حج:۳۶)

کہ ہم نے قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے۔

یہاں خدا کے منان اہل ایمان کو شعائر اللہ، شہر حرام، ہدی، قلائد اور بیت اللہ الحرام کا قصد کرنے والے اہل اسلام کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمارہا ہے۔

① شعائر اللہ کی وضاحت ہو چکی۔

② اشہر حرام چار ہیں (ذی القعدہ، ذی الحجۃ، محرم الحرام اور رجب)

③ الہدی، اور

④ القلائد کا اطلاق قربانی کے جانوروں پر ہوتا ہے۔ اور ان کا باہمی فرق صرف یہ ہے کہ جن جانوروں کی قربانی ہوگئی ہے، وہ ''الہدی'' میں داخل ہیں، اور جن کی ہنوز قربانی نہیں ہوئی اور ابھی ان کی گردن میں پٹا ڈال کر ہمراہ رکھا گیا ہے اور اپنے وقت پر ان کی قربانی کی جائے گی، وہ القلائد ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ''الہدی'' اور ''القلائد'' دونوں شعائر اللہ کے عموم میں داخل ہیں۔ مگر اس تعمیم کے بعد ان کا بالتخصیص ذکر کرنا ان کی اہمیت وعظمت کی دلیل ہے۔

⑤ بیت اللہ کا قصد کرنے والا مسلمان کیسا بھی ہو، اور جس رنگ وروپ میں نکلے، بہرحال اس کی ہتک حرمت حرام ہے اور چونکہ اب اس کی ہر چیز شعائر اللہ میں داخل ہو چکی ہے، لہٰذا اس کا احترام لازم ہے۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب

یعنی شعائر اللہ کا احترام کرنا قلبی تقوی اور دلی خوف وخشیہ کی علامت ودلیل ہے۔

اس مقام پر علامہ سید علی نقی رقم طراز ہیں:

ان سب کی حرمت ہے اور ان کی حرمت کو برباد کرنے سے ممانعت کی جارہی ہے اور جب کہ وہ جانور جو بغرض قربانی لے جائے جارہے ہیں، شعائر اللہ ہیں، تو وہ انسان کیونکر قابلِ حرمت نہ ہوں گے، جو رضائے الٰہی

کے جادہ پر سالک ہیں ۔ چنانچہ صراحت کے ساتھ ان جانوروں کے تذکرہ کے بعد ان انسانوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے ۔اب اگر ان جانوروں کا احترام مطلوب باری ہے تو ان انسانوں کی تعظیم وتکریم جو اپنی پوری زندگی راہِ خدا میں صرف کر دیں اور آخر میں اسی کی راہ میں نثار ہو جائیں داخل شرک کیوں کر ہو سکتی ہے ۔(فصل الخطاب)

اسلام کی عادلانہ اور شریفانہ تعلیم

اہلِ مکہ اپنے قدیمی دستور کے مطابق حج وعمرہ کے قصد سے کسی بھی آنے والے پر کوئی پابندی نہیں لگاتے تھے، بلکہ اسے مہمان حرم سمجھ کر اس کا احترام کرتے تھے اور اس کی خاطر و مدارات کرتے تھے ۔مگر ۶ ھ میں جب حضرت رسول خدا ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ تشریف لائے تو کفار مکہ نے اپنی قدیمی روایات کے خلاف آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا ۔مسلمانوں کے جذبات کس قدر مجروح ہوئے ہوں گے؟ اور ان کے دل ودماغ کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے ۔وہ جوابی کارروائی کر سکتے تھے اور ان مشرکوں کو مکہ آنے سے روک سکتے تھے ۔جن کے راستے مسلمانوں کے علاقے سے گزرتے تھے ۔مگر رحیم وکریم خدا نے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کرتے ہوئے اور دوست ودشمن کے ساتھ اسلامی عدل وانصاف کرنے کا عادلانہ حکم دیتے ہوئے فہمائش کی کہ دشمن جس قدر گھٹیا حرکت کرے اور جس قدر اخلاقی باختگی کا مظاہرہ کرے، مگر ایک مسلمان کو عدل وانصاف اور شرافت وشائستگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے ۔اور کبھی دشمن پر ظلم وتعدی نہیں کرنی چاہیے ۔یہ ہے اسلام وقرآن کی وہ بلند مرتبہ تعلیم جس کا مقابلہ کرنے سے ادیانِ عالم قاصر نظر آتے ہیں ۔اسلام دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے ۔اور ان کے حقوق کی بھی حفاظت کرتا ہے ۔

بخش دو گر خطا کرے کوئی

بہر حال حالات کے مطابق اسلام کبھی علاج بالمثل کا حکم بھی دیتا ہے ۔

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم (بقرہ: ۱۹۳)

اور کبھی عفو وصفح کا حکم دیتا ہے:

الا فاعفوا و صفحوا

سچ ہے کہ:

نہ ہر جا بود مرکبے تاختن
کہ جاہا بود سپر انداختن

کیونکہ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

قبلہ مولانا الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی
کی جملہ کتب
حاصل کرنے کے لیے
درج ذیل فون نمبر پر اقبال حسین سے رابطہ کریں
0300-5379405

باب الحدیث

کچھ طاعت و تقویٰ کے بارے میں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ باسناد خود محمد سے اور وہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ تمھیں مختلف راستے ادھر ادھر نہ لے جائیں، بخدا ہمارا کوئی شیعہ نہیں ہے مگر وہ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ (الکافی)

نیز باسناد خود جابر سے اور وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: اے جابر جو شخص ہما شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، آیا اس کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ زبانی کہہ دے کہ وہ اہلِ بیت سے محبت کرتا ہے، خدا کی قسم ہمارا کوئی شیعہ نہیں مگر وہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اطاعت کرتا ہے (یہاں تک کہ فرمایا) اللہ سے ڈرو اور جو کچھ خدا کے پاس ہے اس کے لیے عمل کرو اور یاد رکھو کہ خدا اور کسی مخلوق میں رشتہ داری نہیں، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور سب سے بڑا عمل کرنے والا ہو۔ اے جابر بخدا اللہ کا قرب اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے پاس جہنم سے برائت کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی خدا پر کسی کی کوئی حجّت ہے لیکن جو خدا کا اطاعت گزار ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت و مودّت واجب پر عمل کیے اور حرام سے اجتناب کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا: (حدیث قدسی) کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو شخص میری اطاعت کرتا ہے تو میں اس کو کسی اور کے حوالے نہیں کرتا، اور جو نافرمانی کرتا ہے میں اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہوں اور پھر کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں گر کر ہلاک ہوجائے۔ (الکافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے سلسلہ سند سے حضرت رسولِ خداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ آدمی کا حسب اس کا دین ہے، اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا شرف اس کا جمال (یعنی اچھے اخلاق) اور اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ (اصول کافی)

زید شحام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: تم پر تقویٰ خداوندی اختیار کرنا اور محارم سے اجتناب کرنا، واجب کی ادائیگی میں جدوجہد کرنا، سچ بولنے کی، امانت کی ادائیگی کا حسن خلق کی اور حسن جوار لازم ہے۔ لوگوں کو اپنے عمل و کردار سے دعوت دو زبان کے بغیر، ہمارے لیے زینت بنو، باعث ننگ و عار نہ بنو۔

(اصول کافی)

☆

اللّٰھم صل علیٰ محمد و آلِ محمد

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سوال نمبر ۱: کیا ذاکرین کی مجلس سننا جائز ہے؟ کیونکہ وہ بہت زیادہ شرک اور مُسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ (حسین شاہ ولد عابد شاہ بذریعہ ویب سائٹ)

جواب، باسمہ سبحانہ: جو اہلِ منبر بطرزِ غنا و سرود مجلس خوانی کرتے ہیں، اور غلط عقائد یعنی غُلُوّ و تفویض بیان کرکے لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہوں، اور خلافِ شریعت یعنی واجبات شرعیہ کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کرنے کے خلاف تقریریں کرکے لوگوں کے عمل برباد کرتے اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام پر جھوٹی روایات بیان کرکے ان کی توہین کرتے ہوں، ان کی مجالس و محافل میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲: السلام علیکم! جناب یہ فرمائیے گا کہ کیا چھریوں کا ماتم کرنا جائز ہے؟ اس سلسلے میں اگر قرآن یا حدیث سے حوالہ بھی دے دیں تو مہربانی ہوگی۔ آپ کے جلد جواب کا منتظر رہوں گا۔ فقط والسلام

جواب، باسمہ سبحانہ: جس کام و اقدام سے جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، وہ کام و اقدام شرعاً جائز نہیں ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ لہٰذا اس کی بجائے مقصد شہادت سید الشہداءؑ کا جاننا اور اس پر عمل درآمد کرنا لازم ہے۔

سوال نمبر ۳: پاکستان میں کئی لوگ اور دانشور ہیں جو ایسے عقائد کی ترویج کرتے ہیں کہ اللہ نے اہلِ بیت علیہم السلام کے اماموں کو خلق کیا۔ پھر تمام مخلوقات کو ائمہ اہلِ بیتؑ نے خلق کیا۔ یہ لوگ ترویج کرتے ہیں کہ ائمہ اہلِ بیتؑ ہمارے رب خالق مالک رازق ہیں۔ وہ ترویج کرتے ہیں کہ ائمہ اہلِ بیت ہمارے لیے اور تمام مخلوقات کے لیے ہر چیز مقدر کرتے ہیں اور ہر چیز عطا کرتے ہیں۔ کیا آپ وضاحت فرما سکتے ہیں کہ یہ لوگ کون ہیں" کس فرقے سے تعلّق رکھتے ہیں؟ کیا یہ لوگ مُسلمان ہیں؟ (سید علی)

جواب، باسمہ سبحانہ: یہ عقائد باطلہ ہیں، جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام خدا ہیں، وہ غالی ہے اور غُلُوّ کفر ہے۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خدا نے صرف پنجتن پاکؑ کو پیدا کیا اور پھر انھوں نے ہمیں اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے، لہٰذا یہی حضرات ہمارے خالق و رازق ہیں وہ مُفوّضہ میں ہے۔ اور یہ بات مذہب شیعہ کے مُسلمات میں سے ہے کہ جو غالی ہے وہ کافر اور جو مُفوّضہ ہے وہ مشرک ہے۔ اور شرک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

مزید تفصیل دیکھنا چاہیں تو "احسن الفوائد" اور "اصول الشریعہ" کا مطالعہ کریں۔

سائل: محمد حسین جعفری پی اے ایف سرگودھا

سوال نمبر ۴: معتکف شخص کو آیا طہارت خانہ اور غسل خانہ بغیر چھت والا استعمال کرنا چاہیے یا چھت والا بھی استعمال کر سکتا ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: ہر قسم کا طہارت خانہ اور غسل خانہ استعمال کر سکتا ہے۔

سوال نمبر ۵: ایک شخص اپنے خمس کا سہم سادات باقاعدہ ادا کرتا ہے، لیکن سہم امام علیہ السلام مافی الذمہ کی نیت سے رکھ لیتا ہے۔

جواب، باسمہ سبحانہ: میرے نزدیک امامؑ کی غیبت کبریٰ کے دور میں صرف سہم سادات واجب ہے اور سہم امام معاف ہے۔

سوال نمبر ۶: اگر یہ شخص سہم امام علیہ السلام کی رقم سے کوئی چیز خریدے جس سے نفع حاصل ہو یا پرائز بانڈ لے کر رکھ لے اور انعام نکل جائے تو آیا یہ اس نفع یا انعام کا مالک ہوگا یا یہ نفع اور انعام بھی سہم امام علیہ السلام کی رقم شمار ہوگی؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سابقہ سوال کے جواب سے واضح ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۷: اگر گرمیوں کے موسم میں نماز جمعہ کا خطبہ ٹھیک ۳۰۔۱۲ پر شروع ہو، اور نماز جمعہ ۱۰۔۱ پر یا ۱۵۔۱ پر ختم ہو تو آیا جمعہ کی یہ نماز ظہر سے کافی ہوگی یا نہ؟

جواب، باسمہ سبحانہ: ہاں اگر دوسرے شرائط پائے جائیں تو وقت کے لحاظ سے یقیناً کافی ہے۔

شائقین
علوم قرآن مجید
کے لیے
عظیم خوشخبری

انتہائی سلیس، شیریں، اور دل نشین اردو زبان میں
قرآن مجید کے منظوم مطالب و مفاہیم
مثنوی
آب رواں

نتیجہ فکر
سید شمیم رضا ایم اے مرحوم
اظہار القرآن
19 اردو بازار لاہور
0333-8788364

باب المتفرقات

دہشت گردی اور اس کا سد باب

گزشتہ سے پیوستہ

تحقیق: غلام محمد جعفری

عصر حاضر کے نازک حالات میں اسلام ہی وہ واحد مذہب نظر آتا ہے جو اپنے دامن میں امن و سلامتی کا پیغام لیے ہوئے ہے، لیکن بسا اوقات اسلام کی صحیح ترجمانی نہ ہونے کی وجہ سے فرقہ وارانہ فسادات رونما ہونے لگتے ہیں، حالانکہ دین اسلام فساد اور فسادیوں کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ اسلام میں قتل کی حرمت کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے قتل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اگر اس کا قتل حلال ہوتا تو مخلوق میں فساد پیدا ہو جاتا، دنیا تباہ ہو جاتی اور سارا نظام بگڑ جاتا۔

مذکورہ مطالب کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ مسلمان ہی دہشت گرد ہیں، بالکل ایسا نہیں ہے کیونکہ ۱۷۹۰ء میں فرانسیسی انقلاب کے دوران ۱۷۹۳ء اور ۱۷۹۴ء کو دہشت کے سال قرار دیا گیا، فرانسیسی انقلاب کے ان سالوں میں میکس ملن رابسپیری نے پانچ لاکھ سے زائد افراد کو گرفتار کیا، جن میں سے چالیس ہزار کو قتل کیا گیا اور دو لاکھ سے زائد کو بھوکا رکھ کر مارا گیا تھا۔ اس لیے ان سالوں کو دہشت کے سال قرار دیا گیا۔ یہ صرف ایک واقعہ نہیں ہے، اس جیسے مزید کئی واقعات ہیں جن کی طرف نہ تو ہمارا میڈیا دیکھتا ہے نہ ہی کسی کی توجہ جانے دی جاتی ہے۔ میڈیا مسلمانوں کے حق میں صرف اتنا کہتا ہے کہ "سارے مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن سارے دہشت گرد مسلمان ہیں"۔

۱۸۸۰ء میں ثار الیکسزینڈر، سینٹ پیٹرز برگ میں ایک بلٹ پروف گاڑی میں سفر کر رہا تھا اور وہاں دو دھماکے ہوئے، پہلے دھماکے میں آس پاس کھڑے اکیس افراد ہلاک ہوئے، دوسرے دھماکے میں ثار الیکسزینڈر خود ہلاک ہوا۔ ان دھماکوں کا ذمہ دار ایگناسی گرینویتسکی تھا جس کا تعلق روس سے تھا، اور وہ مسلمان نہیں تھا۔

۱۸۸۶ء میں ہے مارکیٹ شکاگو میں ایک لیبر ریلی کے دوران دھماکا ہوا، جس میں بارہ افراد موقع پر ہلاک ہوئے، یہ حملہ تخریبیوں نے کیا تھا جن میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔

۶ ستمبر ۱۹۰۱ء کو امریکی صدر ولیم مسکنلے لیون فرینک نامی ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوا، وہ مسلمان نہیں تھا۔

یکم اکتوبر ۱۹۱۰ء کو لاس اینجلس میں ٹائمز اخبار کی عمارت میں دھماکے میں اکیس افراد ہلاک ہوئے۔ یہ دھماکہ دو عیسائیوں جیمز اور جازف نے کیا تھا، وہ عیسائی تھے اور عیسائی مسلمان نہیں ہوتے۔

MUBAHILATV.COM

۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کے شہزادے اور اس کی بیوی کو قتل کیا گیا، یہ کارروائی باسنیا کے کچھ لوگوں نے کی جو مُسلمان نہیں تھے۔

۱۶ اپریل ۱۹۲۵ء کو بلگاریا کے صدر مقام صوفیا کی ایک چرچ میں دھماکا ہوا، جس میں دس ہزار اور پچاس افراد ہلاک ہوئے اور پانچ سو افراد زخمی ہوئے۔ یہ دھماکا بلگاریا کی کیمونسٹ پارٹی نے کیا تھا، اور وہ مُسلمان نہیں تھے۔

۱۹۳۴ء میں یوگوسلاویا کے بادشاہ کو قتل کیا گیا اور قاتل مُسلمان نہیں تھا۔

۱۹۶۱ء میں پہلا امریکی جہاز اغوا ہوا، جس کا ذمہ دار ایک روسی تھا اور وہ مُسلمان نہیں تھا۔

۱۹۹۵ء میں اوکلاہوما کی وفاقی بلڈنگ میں پانچ سو پاؤنڈ دھماکا خیز مواد سے بھرا ایک ٹرک ٹکرایا، جس کے نتیجے میں پانچ سو سے زائد افراد زخمی ہوئے۔ اس دھماکے کے پیچھے عیسائی تھے مُسلمان نہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۱ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک یہودیوں نے ۲۵۹ سے زائد دہشت گرد کارروائیاں کیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہودی سب کچھ ہو سکتے ہیں مُسلمان تو بالکل نہیں ہو سکتے۔

۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء کو کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں کارروائی کی گئی جس میں اکانوے افراد قتل ہوئے، جس میں ۲۸ برطانوی، ۴۱ عرب، ۱۶ یہودی اور ۵ دوسرے افراد شامل تھے۔ یہ حملہ مناخم بگین کی سربراہی میں ہوا تھا، جسے بعد میں برطانیہ کا دہشت گرد نمبرون کہا گیا۔ بعد میں اسی دہشت گرد نمبر ایک کو امن کا نوبل انعام ملا اور یہی دہشت گرد نمبر ایک اسرائیل کا وزیر اعظم بھی بنا۔ حیرت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ مُسلمان تھا؟

ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا، فلسطینی مُسلمانوں نے ان کو پناہ دی، جس کا صلہ یہ ملا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں کو ان کی اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا، اور اب جب وہی فلسطینی اپنا گھر واپس مانگتے ہیں تو وہ دہشت گرد اور شدت پسند ہیں۔

اسپین میں جہاں اللہ اکبر کا نعرے کے ساتھ حملہ کرنے والوں کو مُسلمان کہا جارہا ہے، وہیں ای ٹی اے نامی ایک دہشت گرد تنظیم نے دہشت گردی کے چھتیس حملے کیے، وہ مُسلمان نہیں تھے۔

افریقہ میں مشہور دہشت گرد تنظیم جس کا نام لارڈ آف سیلویشن آرمی ہے جو نوعمر بچوں کو دہشت گرد کارروائیوں کے لیے استعمال کرتی ہے اور وہ سب عیسائی ہیں۔

آج مُسلمانوں پر خودکش حملوں کا نام آتا ہے جبکہ سری لنکا کے تامل ٹائیگرز نے اس کا رواج عام کیا، اور انھوں نے چھوٹے بچوں کو خودکش حملوں کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تھا۔

۱۹۸۴ء میں بھارتی سیکیورٹی فورسس نے سکھوں کے گولڈن ٹیمپل میں کارروائی کی، جس میں ۱۰۰ سے زائد افراد کو قتل کیا گیا، جس کے نتیجے میں بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کا قتل ہوا۔

ان تمام واقعات میں کہیں مُسلمانوں کا نام نہیں۔ یہ وہ واقعات ہیں جو نائن الیون سے پہلے واقع ہوئے۔

اس کے بعد اسلام کو بدنام کرنے کی سازش شروع کی گئی مُسلمانوں کو مارا جاتا ہے، جب وہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں تو ان کو دہشت گرد اور شدت پسند کہا جاتا ہے۔

فریڈم آف ایکسپریشن کا نام لے کر ان کی عزت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور اگر وہ اسی فریڈم آف ایکسپریشن کا نام لے کر احتجاج کریں تو ان کو دہشت گرد کہا جاتا ہے۔قوانین موجود ہیں،لیکن ان کا استعمال اگر مُسلمان کریں تو وہ شدت پسند ہیں؟

ہٹلر ساٹھ لاکھ یہودیوں کا قاتل، وہ ایک عیسائی تھا جوزف سٹالن نے دو کروڑ افراد کو قتل کیا، جن میں سے ڈیڑھ کروڑ کو بھوکا رکھ کر مارا گیا۔ یہ مُسلمان نہیں تھا چینی ماؤزتنگ نے ڈیڑھ سے دو کروڑ افراد کا قتل کیا، وہ بھی مُسلمان نہیں تھا۔

اٹلی کے موسولینی نے چار لاکھ افراد کو قتل کیا۔

فرانسیسی انقلاب کے دوران دو لاکھ افراد کو ایک ایسے انسان نے قتل کیا جو مُسلمان نہیں تھا۔

عراقی سابق صدر صدام حسین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے لاکھوں افراد کو قتل کیا، جبکہ امریکہ کے جارج بش نے اس کے خلاف کارروائی میں پانچ لاکھ بچوں کو قتل کر ڈالا۔کیا جارج بش مُسلمان تھا؟

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں صرف ایک اسامہ بن لادن کو لے کر لاکھوں افراد کو افغانستان میں قتل کیا گیا، اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔کیا امریکی، برطانوی اور نیٹو افواج مُسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں؟ لیبیا، مصر، عراق میں کتنے بے گناہ افراد کا قتل کیا گیا؟

آج کونسی طاقتیں داعش کے ذریعے مُسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کر رہی ہے اور وہ کونسی مخفی طاقت ہے جو مُسلمان ملک حجاز (سعودی عربیہ) کو ابھار کر اس کے ذریعے اسلامی ملک یمن پر آئے دن حملہ کیا جا رہا ہے اور ہزاروں مُسلمان قتل ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں آئے دن کتنے ڈرون حملے ہوتے ہیں؟

فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ۱۳ نومبر ۲۰۱۵ء کو خودکش حملہ آوروں نے پر امن شہریوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ۱۲۹ افراد جاں بحق اور تقریباً ساڑھے چار سو افراد شدید زخمی ہیں۔یہ واقعہ افسوس ناک اور قابلِ مذمت ہے۔اسے اسلام سے منسوب کرنا اور مساجد و مدارس کو اس کا ذمہ دار قرار دے کر انتقامی کارروائیوں کا ہدف بنانا ہرگز قرین انصاف نہیں ہے۔

اسلام امن و آشتی اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفّظ کا ضامن ہے۔قرآن وسنت میں ہر مُتنفّس کی جان کو محترم قرار دیا گیا ہے۔قرآن نے ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیّت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔

کسی کا مذہب اور عقیدہ کوئی بھی ہو جب تک وہ کوئی ایسا جرم نہ کرے جس پر عقوبت، حد اور تعزیر لازم آتی ہے تو وہ بالکل بے گناہ شمار ہوگا۔البتہ جب کوئی جرم کا مرتکب ہو تو ایسی صورت میں بھی کسی فرد یا تنظیم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے سزا دے۔قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت اسلام نے کسی صورت نہیں دی۔یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قوانین کے مطابق جرائم کو ختم کرنے کے لیے فیصلے صادر کرے۔اسلام کے مطابق دوسرے مذاہب

کے خداؤں کو کچھ نہ کہا جائے۔

جو لوگ اسلام کو اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں ان کو چاہیے کہ اسلام اور قرآن کا مطالعہ کریں۔ مسلمان اس نبیؐ کی امت ہیں کہ جنھوں نے جنگ کے دوران بھی انسانی حقوق کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔

آج مغرب میں مساجد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور قرآن کی توہین دل کی بھڑاس نکالنے کا ذریعہ بن چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہر جنگ کے موقع پر صحابہؓ کو یہ تلقین فرمائی کہ مقدسات یعنی کسی بھی مذہب کی عبادت گاہوں، ان کی کتب اور ان کے تمام دینی شعائر کو جنگی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے۔ فی الحقیقت انسانیت کو تہذیب تو ملی ہی انبیائے کرامؑ سے ہے، اور اس تہذیب و اخلاق کی تکمیل، نبوت کی تکمیل کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب خیبر کے قلعوں پر فتح پائی تو جو مال غنیمت ملا اس میں بڑی تعداد میں تورات کے نسخے بھی تھے، ہر چند کہ تورات تحریف شدہ کتاب ہے، اور اس زمانے میں بھی یہود کے پاس جو تورات تھی، اس کا حقیقی تورات سے برائے نام ہی تعلق تھا، قرآن مجید میں بہت تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں نے اللہ کے کلام کو خواہشاتِ نفس کے تحت اس حد تک بدل دیا تھا کہ حقیقت مکمل طور پر خرافات میں کھو گئی۔ اس کے باوجود چونکہ یہودیوں کے نزدیک تورات ان کی کتاب مقدس ہے، اس لیے تورات کی کسی مسلمان نے کوئی بے حرمتی نہ کی۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کبھی بھی کسی مذہب کے مقدسات اور عبادت خانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے مقدسات اور عبادت خانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ کی ہمیشہ بے حرمتی کی ہے خیبر کے یہودیوں نے جب آنحضور ﷺ سے درخواست کی کہ تورات کے تمام نسخے انھیں واپس دے دیے جائیں تو آپؐ نے ان کے مطالبے پر بلا تامل تمام نسخے ان کے حوالے کر دیے۔

دہشت گردی اس وقت جنم لیتی ہے جب طاقتور ممالک اور قومیں اپنی قوت کے زعم میں دوسروں کے بنیادی حقوق پامال کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس دہشت گردی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اسی صورت میں ممکن ہے جب پوری دنیا میں مذہب، رنگ، نسل اور زبان سے بالاتر ہو کر انسان کو بطور انسان اس کے حقوق کی ضمانت دی جائے۔ جرم کوئی فرد کرے یا تنظیم، کوئی ریاست اس کی مرتکب ہو یا حکومت، اس کا سد باب کرنا پوری انسانیت کی ذمہ داری ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اسلام کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے واضح طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ اسلامی ریاست میں ہر غیر مسلم کو اس کے بنیادی حقوق اور مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اگر کوئی مسلمان حکمران یا شہری کسی غیر مسلم کا حق مارے گا تو میں قیامت کے دن اس مظلوم کی طرف سے ظالم کے خلاف اللہ کے دربار میں استغاثہ کروں گا۔

ہم درد دل کے ساتھ اہلِ یورپ سے یہ کہتے ہیں کہ دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، وہ خواہ ناروے کا انتہا پسند قومیت پرست ہو، یا امریکہ و یورپ کا شہری ہو، وہ

نام نہاد مُسلمان ہو یا کسی اور مذہب کا پیروکار ہو، اس کی پہچان بطور دہشت گرد ہونی چاہیے، نہ کہ وہ جس مذہب سے تعلّق کا دعویٰ کرتا ہو، اس کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔

یورپ کے ہر ملک میں یہ مساجد اور ان کے ذمہ دار ملکی قوانین کے پوری طرح پابند اور وفادار ہیں۔ اگر کہیں جرائم کے جراثیم پروان چڑھ رہے ہوں تو ان کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے اور عدالتی کارروائی کے ذریعے حقائق سامنے آنا چاہئیں۔ ہمیں دہشت گردی اور قتلِ عام سے ڈر کر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے اس ظلم کے خلاف ہر فورم پر آواز بلند کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ اسی طرح اپنے ہمسایوں سے تعلّقات بہتر بنانے ہوں گے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں عملاً شریک ہونا ہوگا۔

بہر حال ہمیں مذہبی شدت پسندی کی حوصلہ شکنی کرنی ہوگی، اور ایسے عناصر کا راستہ روکنا ہوگا جو معاشرے کو منافرت اور عدم برداشت کی طرف لے جا رہے ہیں اور قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے اسباب کے لیے تمام اہلِ دانش مُسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خلاف شعوری بیداری کی خُصوصی مہم چلاتے ہوئے اہلِ اسلام کی فکری و عملی راہنمائی کریں اور ہر خاص و عام ک و تلقین کریں کہ وہ جنونی انتہا پسندوں کے جھوٹے دعووں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کے آئینے میں دیکھتے ہوئے باہمی اتحاد و یگانگت جو ایک اسٹریٹجی و حکمت عملی کے علاوہ شرعی ضرورت بھی ہے کو فروغ دینے کے لیے تبلیغ و تلقین کا فریضہ سرانجام دیں اور اسلامی تعلیمات کی گمراہ کن تشریح کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے والے افراد اور گروپوں کے باطل نظریات کے خلاف عوام الناس کو آگاہ کریں اور نوجوان نسل کو سمجھائیں کہ ہمارا مقدس دین اسلام امن و سلامتی کا پیغام دینے والا دین ہے جو کہ فتنہ و فساد برپا کرنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔

موجودہ دور میں میڈیا بھی اصلاحِ معاشرہ اور دہشت گردی کے سدباب کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسلامی ممالک کے میڈیا کو انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خلاف رائے عامہ کو بیدار اور مُنظّم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار، اور قتل و غارت گری کے سدباب کے لیے عملی طور پر مُسلمانوں کو متحد ہو کر تفرقہ و اختلاف سے بچنا ہوگا، جیسا کہ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا

ترجمہ: خبردار اس عورت کی مانند نہ ہو جائے کہ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

دوسری جگہ زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

ترجمہ: اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

دہشت گردی کے تاریخی پس منظر اور ان دہشت گردوں کی کارروائیوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ

MUBAHILATV.COM

ہمارے لیے یہ واضح ہوجائے کہ دہشت گردی کا یہ سلسلہ کئی صدیوں پر محیط ہے اور یہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے ۔اس سے ہمیں یہ بھی کسی حد تک اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے کسی پیمانے اور کس نوعیت کے اقدامات کی ضرورت پڑسکتی ہے ۔

جہاں تک قرآنی معاشرے میں دہشت گردی کے سد باب کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کی ضرورت ہے ۔پروا یکٹو اپروچ (Pro Active Approch) کے ذریعے دہشت گردوں کا قلع قمع کرنے کے لیے فوری آپریشن نہایت ضروری ہے ۔ماضی میں ان دہشت گردوں کو بنانے کے لیے بین الاقوامی سطح پر جس طرح کئی ممالک مشترکہ طور پر فنڈز اور اسلحہ مہیا کرتے تھے آج انہی ممالک پر مشتمل فوجی اتحاد تشکیل دے کے ان دہشت گردوں کے خلاف فوجی آپریشن کیا جارہا ہے ۔ اس سلسلے میں ان کی پالیسی کے دو نہایت اہم پہلو ہیں ۔

ایک پہلو یہ ہے کہ ان دہشت گردوں کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے بلکہ صرف انہی دہشت گردوں کے خلاف فوجی آپریشن کیا جائے جو بین الاقوامی سطح پر ان کے مفادات کو زک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔اس پالیسی کا علمبردار اور حمایتی سعودی عرب ہے جو اس بات کا خواہش مند ہے کہ دہشت گردوں کو صرف اسی قدر نقصان پہنچایا جائے جس سے اس کی بین الاقوامی سطح پر سرگرمیاں ختم ہوسکیں ۔تاکہ یہ دہشت گرد علاقائی سطح پر اپنے مخالف مکاتب فکر کے خلاف دہشت گردی کی اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں ۔اس طرح ایک زخمی سانپ کو اپنا غصہ علاقائی سطح پر اپنے مخالف مکاتب فکر کے خلاف نکالنے کے لیے چھوڑ دیا جائے ۔

جبکہ اس پالیسی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر تمام ممالک چاہتے ہیں اگر ان کے مخالف ممالک میں دہشت گردی ہورہی ہے تو اسی طرح جاری رہنی چاہیے لیکن اگر اس دہشت گردی کا رُخ ان کے اپنے ملک کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت انھیں تشویش لاحق ہوجاتی ہے ۔اگر میں یہ دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا کہ اس وقت تمام ممالک اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور اسی لیے سب مل کر ان دہشت گردوں کا قلع قمع کرنے کے لیے مشترکہ طور پر کوئی اقدام نہیں کرتے ۔

ہر شخص اس حقیقت سے باخبر ہے کہ امریکہ نے جب مشرق وسطیٰ کی مذہبی دہشت گرد تنظیم داعش پر حملے کا فیصلہ کیا تو اس سے پہلے صدر براک اوبامانے سعودی فرمانروا کو فون کرکے اس کی رضامندی حاصل کی تو سعودی عرب نے بعض شرائط کے تحت اس فوجی آپریشن کے لیے گرین سگنل دیا ۔جس میں ایران کو اس اتحاد میں شامل نہ کرنا، جبکہ شام میں حکومت مخالف جنگجوؤں کو امریکی فنڈز اور اسلحہ ملنے کی شرط بھی شامل تھی اور ہم نے دیکھ لیا کہ ایک طرف امریکہ نے عراق میں حملے کا حتمی فیصلہ کیا تو دوسری طرف فوراً شامی حکومت کے مخالف جنگجوؤں کے لیے کانگریس نے امریکی امداد منظور کرلی ۔ اگرچہ امریکی تزویراتی و دفاع دانشوروں نے بین الاقوامی میڈیا میں سخت تنقیدی لہجہ اپناتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ جب تک داعش کے خلاف عراق اور شام

(MUBAHILATV.COM)

میں یکساں طور پر فوجی کارروائی نہیں جائے گی امریکہ اور اس کے اتحادی اس عفریت کو مکمل طور پر شکست نہیں دے سکیں گے ۔ اس پالیسی کے پیچھے ان کی یہی خواہش اور کوشش کار فرما ہے کہ جب تک یہ دہشت گرد ان کے مخالف ملک یا ممالک کے مفادات کے خلاف ہیں تو یہ صورتحال جوں کی توں رہے ۔

اسی طرح ملکی قوانین میں ضروری قانون سازی نہایت اہم ہے جس کے ذریعے ان دہشت گردوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی اور فوری نوعیت کی سزائیں دی جا سکیں ۔

تیسرے اقدام کے طور پر بلا تخصیص تمام مذہبی مدارس میں بعض تبدیلیاں لانا ناگزیر ہے ۔ اسی طرح بلا تخصیص تمام غیر ملکی فنڈز جو ان مذہبی مدارس کے لیے آرہے ہیں ان پر نظر رکھی جائے ۔ لیکن یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ اس ملک میں یہ تمام اقدامات اب ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہیں۔ کیونکہ کئی ایسے مدارس ہیں جو اس وقت ایک ایمپائر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں ۔ وہ اقتصادی ، دفاعی اور انتظامی طور پر خود کفیل ہو گئے ہیں ۔ اگر ان کے غیر ملکی فنڈز کو روکا بھی جائے جو بجائے خود ایک مشکل کام ہے تو پھر بھی ان مدارس کے لیے کوئی بڑی پریشانی کی بات نہیں ۔ جب صورت حال یہ ہو کہ دہشت گرد بین الاقوامی طاقتور ممالک اور ملکی سطح پر حکومتوں کو اپنے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کر رہے ہوں تو پھر دہشت گردی کا سد باب موجودہ قوانین اور اقدامات کے ساتھ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔

(بشکریہ سہ ماہی "نورِ معرفت" جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء)

تشنگانِ علومِ دینیہ کے لیے خوشخبری

حضرت آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی پرنسپل و بانی
جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا
جامعہ ہذا میں قیام پذیر ہو گئے ہیں
طلاب اور اساتذہ کو درسِ "علم الکلام" باقاعدگی سے دے رہے ہیں
دینی علوم کے شائقین مدرسہ ہذا میں داخلہ کے لیے رابطہ فرمائیں
رابطہ نمبر: 0301-6702646
ناظم جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ
زاہد کالونی متصل جوہر کالونی سرگودھا

باب المتفرقات

صحابہ حضرت علیؑ کی نظر میں

ڈاکٹر ندیم عباس

خطّہ عرب ظلمت کا شکار تھا۔ ہر سو انسانیت تڑپ رہی تھی، انسانی جان کی وقعت ختم ہو گئی تھی۔ ظالم طاقت ور اور مظلوم کم زور ہو چکے تھے۔ خانہ خدا جو وحدانیت کی علامت تھا، اسے کفر و شرک کا مرکز بنا دیا گیا تھا۔ حج جو تقویٰ الٰہی کا ذریعہ تھا، چند رسومات تک محدود ہو چکا تھا۔ اولادِ اسماعیل کی اکثریت پیغام ابراہیمی کو بھلا چکی تھی۔ ایسے میں مظلوموں کی دعائیں قبول ہوئیں اور سرزمین مکہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھیج دیا۔ آپؐ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔ زمانے کے فرعون مزاج لوگ آپؐ کے شدید مخالف ہو گئے۔ ایسے میں حق پرستوں کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔ ان کا ایمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند تھا۔ بعض صحابہ نے جس شجاعت و جواں مردی سے قریش کے ظلم و ستم کو برداشت کیا، وہ تاریخ کا حصّہ ہے۔ کفار ستم کرتے کرتے تھک جاتے تھے مگر ان کی زبانوں سے کلمہ توحید جاری رہتا۔ ان کے دلوں میں اتری ہوئی توحید پرستی ان کے ہونٹوں سے نکلے ہوئے کلمات "الاحد الاحد" سے ہوتی تھی۔

صحابہ کرامؓ نے مکہ میں شدید مصائب و آلام کا سامنا کیا، مگر اس مُشکل ترین دور میں بھی حق پرستوں کی اس جماعت نے اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ حضرت بلال حبشی اور عمار رضی اللہ عنہما نے وہ اذیتیں برداشت کیں کہ جنھیں پڑھ کر ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان ہی مظالم سے تنگ آ کر صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ کی خاطر اپنے گھربار اور عزیز و اقارب کو چھوڑ دیا۔ پھر اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی گئی۔

مدینہ میں بھی بڑی مُشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مالی مُشکلات کی شدت کو کم کرنے کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ جس میں ایک مہاجر صحابی کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ یہ بھائی چارہ اسلامی معاشرے کی بنیاد ٹھہرا۔ یہ مخلص صحابہ کرام ہی تھے جنھوں نے تلواروں کے سائے اور نیزوں کی برسات میں آپؐ کی حفاظت کی اور پرچم اسلام کو بلند رکھا۔ بڑھ بڑھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کی وجہ سے ہی کافروں کے حوصلے پست ہوئے۔ پرچم اسلام سربلند ہوا، کافروں کو شکست ہوئی، دین کا غلبہ ہوا۔

صحابی کی تعریف

صحابی کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

من لقی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ مؤمنا بہ، و مات علی الاسلام، ان

تخللت ردته بين لقيه مؤمنا به، و بين موته مسلما على الاظهر

''وہ شخص جس نے حالت ایمان میں حضرت نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی دنیا سے گیا ہو، کوئی شخص درمیان میں اسلام کو چھوڑ دے اور بعد میں دوبارہ مُسلمان ہو جائے تو وہ بھی صحابی ہے''۔

یہ تعریف کئی لحاظ سے دیگر تعریفوں سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں دیکھنے کے بجائے ملاقات کرنا کہا گیا اور دیکھنا نابینا صحابہ کو شامل نہیں ہوتا۔ ملاقات کرنا ان پر بھی صادق آتا ہے۔ نیز یہ تعریف ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو مُسلمان ہوئے، آپؐ سے ملے اور اسلام کو چھوڑ گئے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا، تو وہ بھی صحابیت کے مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

شرف صحابیت قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے مخلص صحابہ کا بہت اچھے انداز میں ذکر کیا ہے اور ان کی خصوصیات کو بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (فتح:۲۹)

حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں، آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انھیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کے باہمی نرم دل ہونے اور کفار پر سخت ہونے کی صفت حسنہ کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کی کثرت عبادت کا ذکر کیا ہے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰ (سورۃ التوبۃ:۱۰۰)

اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے، اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے اس خوش قسمت گروہ کی شان بیان فرمائی ہے جن کا تعلق مہاجرین و انصار سے تھا، اللہ ان خاص لوگوں سے راضی ہے اور اللہ

MOBAHILATV.COM

تعالیٰ نے ان کے لیے جنّت تیار کر رکھی ہے۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (آلِ عمران: ۱۰۳)

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور تفرقہ مت ڈالو۔ اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمھیں اس گڑھے سے بچالیا، یوں ہی اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب نبی اکرم ﷺ پر اپنی اس نعمت کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ نے تمھارے دلوں میں محبّت پیدا کر دی اور تم بھائی بھائی بن گئے، باہمی نفرتوں کو دور کر کے بھائی بھائی بن جانا، اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ باہمی تفرقہ میں نہ پڑو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی گروہ باہمی فرقہ بندی کا شکار ہوجاتا ہے تو ان کی طاقت کم زور پڑ جاتی ہے اور ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

صحابہ کرام اور حضرت علیؑ

مخلص صحابہ کرام ہمیشہ حضرت علیؑ کے ساتھ رہے۔ حضرت علیؑ نے ہر مُشکل وقت میں اپنے مشوروں کے ذریعے اسلام دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنایا۔ حضرت علیؑ اور ان مخلصین کے درمیان باہمی پیار محبّت کی بنیاد اسلام تھی۔ حضرت علیؑ ایسے مخلص اصحاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو سیدھی راہ پر چلتے رہے اور حق پر گزر گئے۔ کہاں ہیں ابن تیہان اور کہاں ہیں ذوالشہادتین، اور کہاں ہیں ان کے ایسے دوسرے بھائی کہ جو مرنے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے؟

راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور دیر تک گریہ کیا، اور فرمایا:

آہ! میرے وہ بھائی کہ جنھوں نے قرآن پڑھا تو اسے مضبوط کیا، اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انھیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا۔ جہاد کے لیے انھیں بلایا گیا تو انھوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا اور اس کی پیروی بھی کی۔

اسی طرح نہج البلاغہ میں ایک اور جگہ صحابہ اور اہل بیت کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

مہاجرین وانصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا۔ ان سب کے لیے فضیلت کا ایک درجہ ہے مگر جب

ہم میں سے ایک شہید نے جام شہادت نوش کیا تو اسے سید الشہداء کہا گیا اور پیغمبر ﷺ نے صرف اسی کو یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نماز جنازہ پر ستر تکبیریں کہیں اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ بہت سے لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کے لیے ایک حد تک فضیلت ہے مگر جب ہم میں ایک شخص کے لیے یہی ہوا تو اسے الطیار فی الجنۃ، جنّت میں پرواز کرنے والا اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا۔

صحابہ کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

وہ لوگ کہاں ہیں جنھیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو انھوں نے اسے قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا۔ جہاد کے لیے انھیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہیں۔ انھوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پالیا، ان میں سے کچھ چل بسے ہیں، کچھ بچ گئے ہیں، نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے ہیں، رونے سے ان کی آنکھیں سفید، روزوں سے ان کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے ان کے رنگ زرد ہوگئے تھے اور فروتنی وعاجزی کرنے والوں کی طرح ان کی چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے جو دنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔

ایک دوسری جگہ صحابہ کرام کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

میں تو اس جماعت سے ہوں کہ جس پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی، وہ جماعت ایسی ہے جس کے چہرے سچوں کی تصویر اور جس کا کلام نیکیوں کا آئینہ دار ہے۔ وہ لوگ شب زندہ دار، دین کے روشن مینار اور خدا کی رسّی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر ﷺ کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں، تکبّر دکھاتے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں ان کے دل جنّت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

حضرت ابودردا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت علیؑ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور داہنی طرف رخ کرکے بیٹھ گئے تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ بے چین اور غمگین ہیں، حتی کہ جب سورج مسجد کی دیوار سے ایک نیزہ بلند ہوا تو انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا:

اللہ کی قسم میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہے، آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا ہے، صبح کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ رنگ زرد اور بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہوتا تھا، ان کی پیشانی پر (سجدہ کا) کا اتنا بڑا نشان نمایاں ہوتا تھا جتنا بڑا نشان بکری کے گھٹنے پر ہوتا ہے، ساری رات اللہ کے سامنے سجدہ کرتے اور کھڑے ہوکر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزار دیتے تھے اور سجدہ اور قیام ہی میں راحت حاصل کرتے تھے۔

جب صبح ہوجاتی اور وہ اللہ کا ذکر کرتے تو ایسے جھومتے جیسے کہ تیز ہوا کے دن (یا بادِ صبا کے وقت) درخت جھومتا ہے اور اس طرح روتے کہ کپڑے گیلے ہوجاتے ۔ خدا کی قسم (ان کے رونے سے یوں نظر آتا تھا کہ) گویا انھوں نے رات غفلت میں گزار دی ہو ۔ پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوگئے اور اس کے بعد کبھی آہستہ ہنستے ہوئے بھی نظر نہ آئے، یہاں تک کہ اللہ کے دشمن ابن ملجم فاسق نے آپ کو شہید کر دیا ۔

حضرت علیؑ نے اپنے ان ارشادات میں اصحابِ پیغمبر ﷺ کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے ۔ حضرات صحابہ کرام کی کثرتِ عبادت اور خدا خوفی کا تذکرہ کیا ہے وہ کس طرح راتوں کو جاگ جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے تھے ۔ روزے رکھتے تھے اور دوسروں کی مدد کرتے تھے ۔ آغازِ اسلام سے ہی اسلام کو جن چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے اہم چیلنج دشمن کی طرف سے مُسلط کردہ جنگیں تھیں ۔ ان جنگوں میں قلت تعداد کے باوجود صحابہ کرام نے دشمن کو یکے بعد دیگرے ناکام و نامراد کیا ۔ حضرت علیؑ نے ان کی اس جانفروشی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے ۔

جب حضرت علیؑ کا دور خلافت آیا تو مہاجرین و انصار نے ہر مُشکل مرحلہ پر آپ کی نصرت کی ۔ جب آپ مدینہ سے بصرہ کی طرف تشریف لے گئے تو اہلِ مدینہ کی اچھی خاصی تعداد آپؑ کے ساتھ تھی ۔ تاریخ دمشق کے مطابق جنگ جمل میں آپؑ کے ساتھ صحابہ کی تعداد کچھ یوں تھی:

کان معه سبع مئة من الصحابة و معهم اربعة مئة من المهاجرین و الانصار منهم سبعون بدریا، و باقیهم من الصحابة

(جنگ جمل) میں آپؑ کے ساتھ سات سَو صحابہ کرام تھے، ان کے ساتھ مہاجرین وانصار کی تعداد چار سَو تھی ۔ ان میں سے سّتر اہلِ بدر تھے اور باقی دیگر صحابہ تھے ۔

مہاجرین وانصار کی یہی کثرت دیکھ کر لشکر شام کے ایک سردار نے کہا تھا:

واللہ لقد کنتم قلیلا معی، کثیرا مع علی

تم بہت تھوڑے ہمارے ساتھ تھے، اور تمھاری اکثریت علیؑ کے ساتھ تھی ۔

جنگ صفین میں سپاہ شام کے ایک شخص نے اپنے سردار سے کہا:

دیکھتے نہیں ہو کہ ابن ابی طالبؑ پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں اور ان کے ساتھ عراق کے دوسرے بزرگ مہاجرین وانصار بھی ہیں، خدا کی قسم ہم نے اس سے پہلے اتنے بزرگ اس طرح اکٹھے نہیں دیکھے ۔

حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں جتنی جنگیں ہوئی صحابہ کرام کی بڑی تعداد حضرت علیؑ کے ساتھ تھی اور حضرت علیؑ بھی ان کی عزت وتکریم کرتے تھے ۔

اقوالِ علیؑ در فضائل صحابہ

حضرت ابوذر غفاری

حضرت علیؑ نے صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری سے مخاطب ہوکر فرمایا:

MUBAHILATV.COM

اے ابوذر! تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو، ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے ہے اور تھیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے، لہٰذا جس چیز کے لیے انھیں تم سے کھٹکا ہے وہ انھیں کے ہاتھ چھوڑو اور جس شے کے لیے تھیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو جس چیز سے تم انھیں محروم کرکے جا رہے ہو۔ کاش وہ سمجھتے کہ وہ اس کے کتنے حاجت مند ہیں اور جس چیز کو انھوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لوگے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں۔ اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا۔ تھیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیے اور صرف باطل ہی سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تھیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لیے مقرر کرا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

حضرت حذیفہ یمانی

حضرت حذیفہ یمانی کو حضرت علیؑ نے جب مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اہلِ تمن کے نام ایک خط لکھا، جس میں ان کے بارے میں لکھا:

قد ولیت امورکم حذیفة بن الیمان وھو ممن ارتضی بھداہ و ارجو صلاحہ و قد امرتہ بالاحسان الی محسنکم و الشدة علی مریبکم و الرفق بجمیعکم

میں نے تمھارے امور کا نگران حذیفہ کو بنایا ہے، یہ میرے معتمد ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ بہتر طریقے سے اپنی ذمہ داری ادا کریں گے۔ میں نے انھیں تمھارے نیک لوگوں کے ساتھ اچھائی، برے لوگوں پر سختی اور تمام کے ساتھ نرم سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت حجر بن عدی

حضرت علیؑ کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک رہے اور دلیری کے ساتھ لڑتے رہے، آپ مشہور سخی حاتم طائی کے پوتے تھے۔ صحابی رسول حضرت حجر بن عدی تھے۔ آپ کا پورا خاندان اہلِ بیت رسول ﷺ سے محبت اور اطاعت کرنے والا تھا۔ آپ کے بارے میں حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا:

لیت ان فی جندی مئة مثلك

اے کاش میرے لشکر میں سو آدمی تیرے جیسے ہوتے۔

حضرت سلمان فارسی

عن علی علیه السلام انه سئل عن سلمان فقال: علم العلم الاول والاخر بحر لا ینزف و ھو منا اھل البیت

حضرت علیؑ سے سلمان فارسی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا: وہ پہلوں اور موجودہ کا علم رکھتے ہیں۔ ایسا سمندر ہیں جو خشک نہیں ہوتا، اور وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔

حضرت خباب

حضرت علیؑ ایک جنگ سے واپس کوفہ تشریف لائے تو چند نئی قبریں دیکھیں۔ جب آپ کو بتایا گیا کہ ان میں سے ایک قبر صحابی رسولؐ حضرت خباب کی ہے تو

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب المتفرقات

حضرت فاطمہ بنت اسد

ڈاکٹر احمد بہشتی

بنی ہاشم میں آپ پہلی خاتون ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی ہیں۔ آپ چار بیٹوں طالب، عقیل، جعفر، علیؑ اور ایک بیٹی ام ہانی کی ماں ہیں۔

سب سے چھوٹے بیٹے حضرت علی ہیں۔ آپ نے خانہ کعبہ میں ولادت پائی تھی۔ یہ شرف نہ آپ سے پہلے کسی کو نصیب ہوا تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو حاصل ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اکرم پیدا ہوئے اور فاطمہ بنت اسد نے اپنے شوہر کو آنحضرت کی ولادت کی مبارک بادی تو گویا ابوطالب کے دل پر الہام ہوگیا کہ خدا انھیں ایک فرزند عطا کرے گا جو محمد کا بھائی، وصی اور جانشین ہوگا۔ کہا: تقریباً تیس سال کے بعد خدا ہمیں ایک بیٹا عطا کرے گا جو کہ نبوت کے علاوہ ہر لحاظ سے محمد جیسا ہی ہوگا۔

ایک روز کچھ لوگ مسجد الحرام میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ اخلاص و یکتا پرستی کی مظہر و نمونہ فاطمہ بنت اسد آئیں اور کعبہ کے سامنے کھڑی ہوگئیں اور خدا سے دعا کرنے لگیں۔

سبھی جانتے تھے کہ فاطمہ بنت اسد حاملہ ہیں اور ولادت کا وقت قریب ہے۔ لوگوں کے کان اور آنکھیں ان کی دعاؤں پر لگ گئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھیں:

اے اللہ! میں تجھ پر تیرے انبیاء اور کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے جد ابراہیم، تیرے خلیل و برگزیدہ اور کعبہ کے بنیاد رکھنے والے ہیں۔ اس کے بانی کے اور بچہ کے واسطہ سے جو کہ میرے شکم میں ہے، میری مشکل آسان کردے۔

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ دیوار کعبہ شق ہوئی اور اس میں اتنا شگاف پڑ گیا کہ جس سے ایک انسان آسانی سے نکل سکے۔ فاطمہ بنت اسد نے خود کو خدا کی پناہ میں محسوس کیا۔ لہٰذا کعبہ کے اندر چلی گئیں اور شگاف بند ہوگیا۔ اس پر ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا جو وہاں بیٹھے تھے۔ انھوں نے اس خاتون کے حالات سے واقف ہونے کے لیے خانہ کعبہ کا قفل کھولنے کی کوشش کی لیکن قفل نہ کھلا۔ انھوں نے سوچا کہ کوشش کرنا بے کار ہے، کیونکہ یہ سب کچھ خدا کے ارادہ سے ہوا ہے۔ لیکن وہ اس ماجرے کے نتیجہ کے منتظر رہے۔

چار روز گزر جانے کے بعد دیکھا کہ فاطمہ بنت اسد نوزائدہ بچہ کو گود میں لے کر کعبہ سے باہر نکلیں اور فرمایا: خدانے مجھے پہلی خواتین پر برتری عطا کی ہے۔ آسیہ بنت مزاحم ایک جگہ خُفیہ طریقہ سے خدا کی عبادت

MOBAHILATV.COM

کرتی تھیں جو صرف مجبوری ہی میں جائز ہے۔ مریم بنت عمران کے بطن سے خرمے کے سوکھے درخت کے نیچے بچہ پیدا ہوا۔ اور خدا کے لطف سے اسی سوکھے خرمہ کے درخت سے تروتازہ رطب مریم کو میسر ہوئے۔ لیکن اس زمانہ میں مَیں خدا کی مہمان تھی اور میرے پاس بہشت سے میوے آتے تھے اور میں کھاتی تھی۔ جب میں کعبہ سے نکلنے لگی تو میں نے ہاتف کی آواز سنی کہ اس بچہ کا نام علیؑ رکھنا کہ عالی مقام ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اس کا نام میں نے اپنے نام سے مُشتق کیا ہے۔ اسے اپنے آداب سے آراستہ کیا ہے اور اسے اپنے پیچیدہ اسرار و علوم عطا کیے ہیں۔ یہی میرے گھر سے بتوں کا صفایا کرے گا۔ اس گھر میں اذان دے گا، اس میں میری تقدیس و تمجید کرے گا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے دوست رکھتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس سے دشمنی رکھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

ابوطالبؑ کے گھر میں پیدا ہونے والے اس بچہ کا سرپرست ان کا بھتیجا محمدؐ ہے۔ یہ بات تمام خاندان والوں کے لیے باعث مسرت ہے۔ لیکن پیغمبر اسلامؐ سب سے زیادہ خوش تھے۔ کیونکہ آپ کا یاور و مددگار اور جانشین پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا عہد طفلی ہی سے آپؐ اسے زیر نظر رکھیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنت اسد سے فرمایا: بچے کا گہوارہ میرے بستر کے قریب رکھ دیجیے۔ سب سے زیادہ رسولِ اسلام بچے پر توجہ رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بچے کی تربیت کی ذمہ داری آپؐ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اسے کھانا کھلاتے، اس کا گہوارہ ہلاتے، اور کپڑے میں لپیٹے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے: یہ میرا بھائی، دوست، مددگار، میرا برگزیدہ، میری پناہ گاہ، میرا وصی، میری بیٹی کا شوہر، میری وصیت کا امین اور میرا جانشین ہے۔

جب بھی آپ صحرا یا پہاڑوں کے دامن میں جاتے تو علیؑ کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ درحقیقت علیؑ ایک فرع کی مانند تھے جو کہ ہر وقت اپنی اصل سے مُتّصل رہتی ہے اور ایسا سایہ تھے کہ جو سایہ والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

امام حسنؑ و امام حسینؑ کو فواطم کی اولاد کہتے ہیں۔ کیونکہ خود ان کی والدہ ان کے والد کی والدہ، حضرت خدیجہؑ کی والدہ، اور جناب عبداللہ کی والدہ سب کا نام فاطمہ تھا۔

حضرت علیؑ کی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد اپنے شوہر ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہیں اور مدینہ ہجرت کے بعد وفات پائی۔ رسولؐ پر ایمان لانے والوں میں آپ کا گیارھواں نمبر تھا۔

ان کے انتقال پر رسولؐ اور علیؑ دونوں نے گریہ کیا، وہ صرف علیؑ ہی کی ماں نہیں تھیں بلکہ اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ رسولؐ سے محبت کرتی تھیں۔

حضرت علیؑ روتے ہوئے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زبان پر کلمہ استرجاع جاری کیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کی: میری والدہ دنیا

MUBAHILATV.COM

سے اٹھ گئیں، خدا ان پر رحم کرے، وہ صرف تمھاری ہی والدہ نہیں تھیں، میری بھی ماں تھیں۔ انھیں میرے عمامہ اور پیراہن کا کفن دو۔ عورتوں سے کہو کہ اچھی طرح غسل دیں اور میرے آنے تک جنازہ نہ اٹھانا۔

ایک گھنٹا بعد رسولؐ تشریف لائے، فاطمہ بنت اسد کا جنازہ اٹھایا گیا۔ رسولؐ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ایسی نماز جنازہ آپؐ نے کسی کی نہیں پڑھائی تھی۔ چالیس تکبیریں کہیں۔ پھر قبر میں اترے، اس میں لیٹے، اس کے بعد حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو قبر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ نکل آؤ۔ اب فاطمہ بنت اسد کو ان کی ابدی خوابگاہ میں لٹانے کا وقت آ گیا ہے کہ یہی سب کا مقدر ہے۔ اور اس کے بارے میں بہت کم لوگ سوچتے اور اس کے لیے توشہ بھیجتے ہیں۔ اس کا توشہ صرف نیک اعمال ہیں اور حسنات کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں ہے۔

فاطمہ بنت اسد کا جنازہ قبر کے نزدیک لایا گیا، رسولؐ نے ان کے سر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے فاطمہ! میں آدمیوں کا سردار ہوں اور فخر نہیں کرتا ہوں، اگر سوال کرنے کے لیے فرشتے آئیں اور آپ سے سوال کریں کہ تمھارا پروردگار کون ہے؟ تو کہہ دینا:

☆ میرا خدا یکتا ہے
☆ محمدؐ میرے رسول ہیں
☆ اسلام میرا دین ہے،
☆ قرآن میری کتاب ہے
☆ اور میرا بیٹا میرا امام ہے۔

اس کے بعد بارگاہ خدا میں عرض کی:
بارالٰہا! فاطمہ کو ثابت قدم رکھ۔

پھر قبر سے نکل آئے اور جسد فاطمہ کو دفن کر دیا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا: خدا کی قسم! فاطمہ بنت اسد میری آواز سن رہی ہیں۔

رسول یہ بتانا چاہیے ہیں کہ مرنا، فنا ہونا یا نابود ہونا نہیں ہے بلکہ موت ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہونا ہے، یہاں تک جو شخص اس دنیا سے جاتا ہے مکمل طور پر اس کا رابطہ اس دنیا سے قطع نہیں ہوتا ہے، یہ ممکن ہے کہ اس سے ہمارا رابطہ منقطع ہو جائے۔

عمار یاسر، جو کہ مسلمانوں کے عظیم پیشوا کے مکتب کے شاگرد ہیں، اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں:

اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں۔ آپ نے فاطمہ بنت اسد کے جنازہ کی ایسی نماز پڑھائی کہ اس سے قبل ایسی نماز نہیں پڑھائی تھی...... (حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) وہ شائستہ تھیں، خود ان کے بچے بھی تھے لیکن جب میں ان کے گھر میں رہتا تھا وہ اپنے بچوں سے زیادہ میرا خیال رکھتی تھیں۔

اے اللہ کے رسول! آپ نے ان پر چالیس تکبیریں کیوں کہی ہیں؟

ہاں! میں اپنی داہنی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ فرشتوں کی چالیس صفیں کھڑی ہیں، لہٰذا میں نے ہر صف کے لیے ایک تکبیر کہی۔

ان کی قبر میں خاموش و بے حرکت کیوں لیٹے؟

قیامت کے روز لوگ برہنہ محشر میں آئیں گے، میں نے خدا سے درخواست کی کہ انھیں ملبوس حالت میں محشر میں وارد کرنا۔

مرتے وقت ہر شخص اپنے پس ماندگان کو کچھ وصیت کرتا ہے، ان وصیتوں سے مرنے والے کی شخصیت طرز فکر اور ایمان و اخلاص کا پتا چلتا ہے۔ وصیت کے آئینہ مین مرنے والوں کا حقیقی چہرہ دیکھا جاسکتاہے۔

فاطمہ بنت اسد نے بھی مرنے سے پہلے کچھ وصیتیں کیں جورسول اسلام کے ذریعہ پوری ہوں گی۔

اس سرفراز خاتون کی وصیت میں غور کرنے سے ہم ان کے حقیقی چہرہ اور عظمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ وصیت کے وقت رسول سے عرض کی:

اے اللہ کے رسولؐ! میری ایک کنیز ہے جسے میں آزاد کرنا چاہتی ہوں۔ حیات بعد از موت کے لیے جو کام بھی انجام دوگی اسے وہاں پاؤ گی۔

اس عظیم خاتون کے لیے اتنا ہی افتخار کافی ہے کہ پیغمبر اسلام ہمیشہ انھیں ماں کہتے تھے۔ خود فرماتی ہیں:

ہمارے گھر میں ایک باغیچہ تھا، جس میں خرمے کے چند درخت تھے، درختوں پر پہلی مرتبہ پھل لگا تھا، ہر روز صبح کے وقت محمدؐ کے ہم سن چالیس بچے آتے اور درختوں کے نیچے پڑے ہوئے خرمے جمع کر کے کھالیتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے کے ہاتھ سے بھی چھین کر کھاجاتے تھے۔ لیکن میں محمدؐ کو کبھی بھی اس خرمہ کی طرف بڑھتے نہیں دیکھا جو دوسرے کی طرف چلا گیا ہو، اور نہ کسی کے ہاتھ سے چھینتے دیکھا ہے۔ میں اور میری کنیز دوسرے بچوں سے پہلے باغیچہ میں پہنچ جاتی تھیں اور محمدؐ کے لیے کچھ خرمے جمع کر لیتی تھیں۔ ایک روز ہم بھول گئے۔ محمدؐ سوئے ہوئے تھے۔ بچے آئے اور خرمے چن کر لے گئے۔ محمدؐ اٹھے تو میں شرم کے مارے ایسے لیٹ گئی جیسے سو رہی ہوں۔ وہ باغیچہ میں گئے تو وہاں انھیں کچھ بھی نہ ملا۔

کنیز نے کہا: آج ہم آپ کے لیے خرمہ چننا بھول گئے۔ محمدؐ باغیچہ میں گئے۔ ایک درخت کو اشارہ کیا اور کہا: میں بھوکا ہوں، درخت نے شاخیں جھکا دیں۔ محمدؐ کھا کر سیر ہو گئے۔ اس سے مجھے بہت تعجب ہوا۔

جب میرے شوہر گھر لوٹے تو یہ قصہ میں نے ان سے بتایا۔ ابوطالبؑ نے فرمایا: یہ بچہ خدا کا پیغمبر ہے۔ خدا تمھیں بھی ایک بیٹا عطا کرے گا، جو اس کا وزیر ہوگا۔

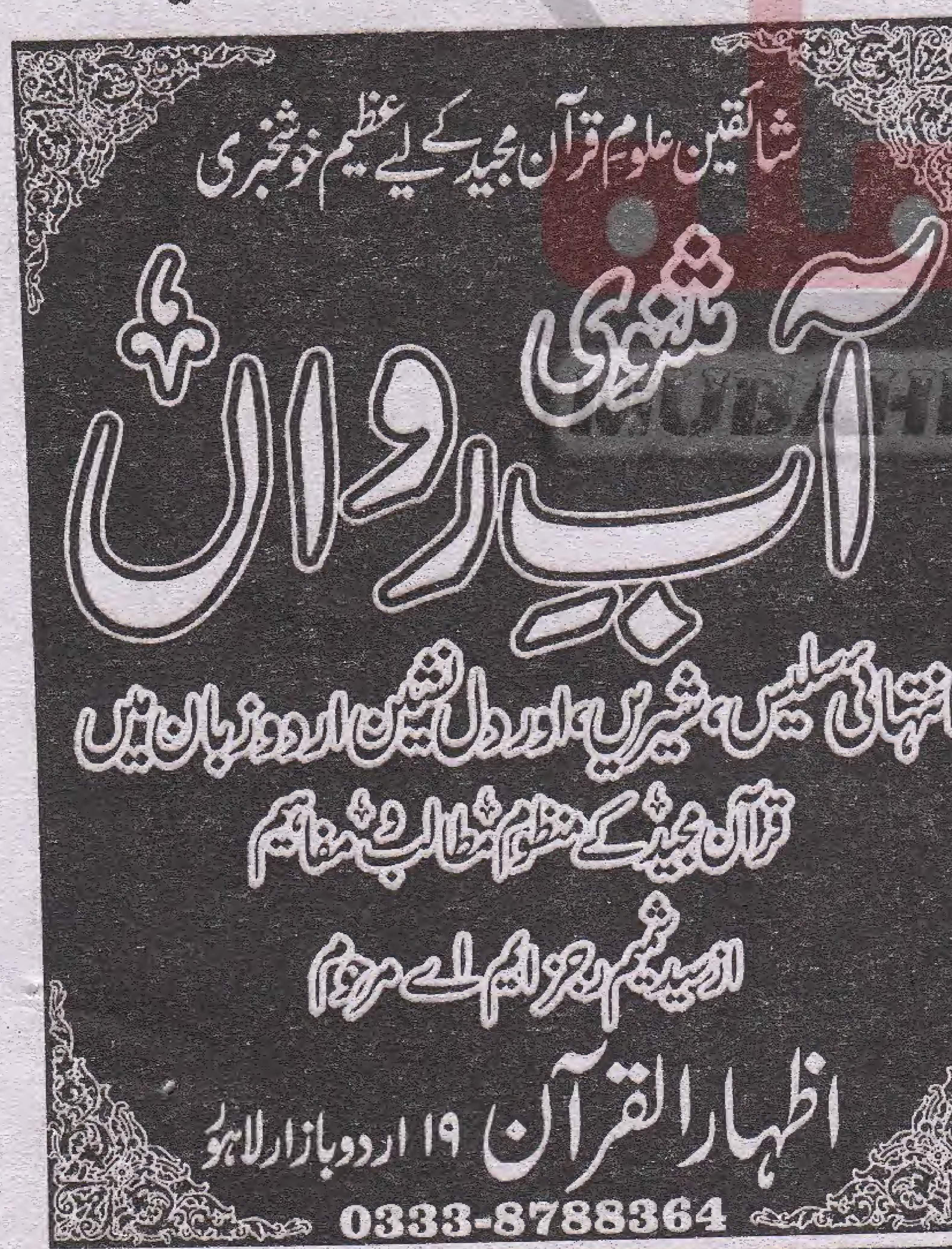

باب المتفرقات

روزہ، اُسکے اسرار و اغراض اُسکی حقیقت اور اُسکے مسائل و احکام کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

جس طرح عالم آب و گل میں ادویہ کے افعال و خواص متعدد ہوتے ہیں اور ایک ایک دوا کئی کئی امراض و اسقام کے ازالہ و دفعیہ کے لیے مفید ہوتی ہے، بعینہٖ اسی طرح احکام الٰہیہ کے متعدد اغراض و مقاصد ہوتے ہیں اور اس کے ایک ایک حکم میں کئی اسرار و رموز پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ؎

این ہمہ صنعش کتاب کارِ اوست
بے نہایت اندریں اسرارِ اوست

الغرض شریعت اسلامیہ کی ربانی تعلیم محض حکم کے طور پر نہیں ہے بلکہ وہ سراسر حکم و مصالح پر مبنی ہے اور اس کے فرائض کی عمارت روحانی، اخلاقی، اجتماعی اور مادی فوائد و منافع کے ارکان پر قائم ہے۔ ذیل میں روزہ کے ان چہار گانہ اغراض و مقاصد کا ایک ایک شمہ بیان کیا جاتا ہے۔

① روزہ کے روحانی فوائد

① فطرت و شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ عقل نفس پر ہمیشہ غالب رہے مگر بشری تقاضوں کی وجہ سے اکثر نفس عقل پر غالب آجاتا ہے اس لیے شرع اقدس میں ماہ رمضان کا روزہ واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ نفس کا تزکیہ کیا جا سکے اور عقل کو نفس پر پورا پورا غلبہ اور تسلّط حاصل ہو جائے۔

② روزہ سے تقویٰ الٰہی کی بلند صفت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ خداوند حکیم نے روزے کا سب سے بڑا روحانی مقصد اسی تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (بقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ تقویٰ خدا کے خوف اور اس کی محبت سے دل کے اندر پیدا ہونے والی اس طاقت و کیفیّت کا نام ہے، جس کے پیدا ہونے کے بعد دل میں گناہ کرنے سے نفرت اور جھجک محسوس ہونے لگتی ہے، اور نیکی بجالانے کی طرف بے پناہ رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ روزہ کا مقصد اصلی دل کے اندر اس کیفیّت کا پیدا کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں گناہ کے اکثر جذبات بہیمی قوت کے افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ روزہ انہی انسانی جذبات کی شدت کو کمزور کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "روزہ شہوت کو توڑنے اور کمزور کرنے کے لیے بہترین شئی ہے"۔

یہ خوف و خشیہ الٰہی ہی ہے جو انسان کو تنہائی میں یا چوری چھپے کچھ کھانے پینے سے باز رکھتا ہے۔ کیسا خوفِ خدا ہے اس کے دل میں کہ بھوک و پیاس کی بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتا ہے۔ مگر جلوت تو بجائے خود خلوت میں بھی کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے روزہ کو توڑ دے، اور کیا مضبوط اعتقاد ہے اس کو آخرت کی جزا و سزا پر کہ مہینہ بھر روزہ رکھتا ہے۔ مگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل و دماغ میں آخرت کے متعلق شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں آتا ورنہ اگر اسے شک ہو جاتا تو کبھی روزہ پورا نہ کرتا کیونکہ شک کی خاصیت ہی ہے

کہ وہ انسان کے عزم وارادہ کو متزلزل کر دیتا ہے اور اسے وہ کام انجام نہیں دینے دیتا۔

③ روزہ رکھنے سے انسان کو اپنے عجز و انکسار اور خدائے قہار کی طاقت اور اسے کے جلال کا احساس ہوتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لحہ اور ہر روز نفس کی چلنے والی مشین خودکار وخود اختیار نہیں بلکہ کسی عظیم طاقت کے ماتحت ہے اور انسان نفس کا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہے۔

④ روزہ رکھنے سے چشم بصیرت وا ہوتی ہے اور حقائق اشیاء کا کشف ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان کا معدہ ہضم وفتور سے خالی اور دل ودماغ تبخرہ معدی سے محفوظ ہو تو انسان کو دماغی اور روحانی یکسوئی وصفائی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں بڑے بڑے اکابر نے بڑے بڑے تجربے کیے ہیں۔

روزہ کے اخلاقی فوائد

① روزہ رکھنے سے انسان کی درندگی و بہیمگی دور ہوتی ہے اور ملائکہ سے قرب وتشبہ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ اسمیں ملکوتی اخلاق فاضلہ پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

② روزہ رکھنے میں منعم حقیقی کے اس عظیم الشان انعام واحسان کا شکریہ ہے جو اس نے اپنے پیغمبر آخر الزمان کے ذریعہ بنی نوع انسان پر کیا ان ایام میں وہ کتاب ربانی و ہدایت روحانی نازل فرمائی جس نے ظلمانی کو نورانی، وحشی کو مہذب وبا اخلاق، جاہل کو عالم اور نادان کو دانا بنا کر انسانیت کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزہ کے اغراض میں فرمایا ہے: لتکبرو ا اللہ علی ما ھد یکم ولعلکم تشکرون (بقرہ) ''روزہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ تم خدا کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت عطا فرمائی اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو''۔ ظاہر ہے کہ محسن کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا اخلاقِ حسنہ میں شامل ہے۔

③ روزہ رکھنے سے انسان میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو میدانِ جہاد میں بھوک و پیاس اور دیگر شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ روزہ ایک جبری فوجی ورزش ہے جو ہر بالغ وعاقل مسلمان کو سال میں ایک مہینہ اس لیے کرائی جاتی ہے تاکہ وہ جسمانی تکالیف اور بدنی مشکلات برداشت کرنے کیلئے آمادہ رہے اور دنیا کے مصائب وشدائد کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

روزہ کے اجتماعی ومعاشرتی فوائد

① روزہ رکھنے سے امیروں اور مالداروں کو بھوک و پیاس اور فقر وفاقہ کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے کیونکہ جو خود بھوکا نہ ہو اس کو بھوک کا اور جو خود پیاسا نہ ہو اس کو پیاس کی اذیت کا کس طرح احساس ہوسکتا ہے؟ بقول بعضے ''سوز جگر سمجھنے کے لیے پہلے سوختہ جگر ہونا ضروری ہے''۔ اس سے ان کے اندر غریب پروری، رحمدلی، ہمدردی، ایثار و قربانی کے صالح جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ فراخدلی سے غرباء ومساکین کی امداد واعانت کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے۔

② روزہ اس کے فدیہ اور کفارہ کے احکام پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مواقع پر روزہ کا بدل غریبوں کو کھانا کھلانا قرار دیا گیا ہے دائم المرض، بہت بوڑھے اور جو بمشکل تمام روزہ رکھ سکتے ہیں ان تمام کا فدیہ فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے جو شخص کسی عذر کی بناء پر احرام کھولنے سے پہلے سر منڈائے۔ ففدیۃ من صیام او صدقۃ اونسک اس کا فدیہ روزہ یا خیرات یا قربانی ہے جو شخص حج میں عمداً شکار کرے وہ منی میں جانور ذبح کرے یا ''او کفارۃ طعام مسکین او عدل ذلک صیاما'' (مائدہ)

چند مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر روزے"۔ اگر کوئی قسم کی مخالفت کرے تو دس یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا غلام آزاد کرے یا تین روزے رکھے۔ جان بوجھ کر روزہ نہ رکھے یا روزہ توڑنے کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ان احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور صدقہ و خیرات کرنے اور غریبوں کو کھانا کھلانے اور غلام آزاد کرنے میں کتنا گہرا تعلق ہے۔ اور یہ کہ یہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہیں۔

③ روزہ بہت سے گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ جیسے غیبت، بد زبانی، مکر و فریب، رشوت و قمار بازی اور بہتان تراشی، غلط بیانی، یاوہ گوئی وغیرہ۔ کیونکہ روزہ صرف بھوکا و پیاسا رہنے کا نام نہیں، بلکہ تمام منکرات و مناہی سے مکمل اجتناب کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے معاشرہ کی اصلاح اور اجتماع کی فلاح ہوجاتی ہے۔

روزہ کے مادی اور طبی فوائد

① اکثر بیماریاں کھانے پینے میں بے اعتدالی کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ جناب پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں "البطنته رائس کل داء" شکم پری تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ نیز فرمایا: "کلوا فی بعض بطنکم تصحوا"۔ پیٹ کے بعض حصہ میں کھاؤ یعنی اس کا کچھ حصہ خالی چھوڑ دو اسی میں تمہاری صحت کا راز پوشیدہ ہے۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر لوگ پورا پیٹ بھر کر بھی بس نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے معدہ پر ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے اور انسان مختلف عوارض و امراض کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ روزہ ان عوارض کا مکمل علاج ہے پورا ایک ماہ ہر روز ۱۲ یا ۱۴ گھنٹے اسے مکمل آرام ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کی صحت پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ رطوباتِ فاسدہ تحلیل ہوجاتی ہیں، اور بدن کا تنقیہ ہوجاتا ہے اسی لیے بعض اطباء تو یہاں تک ہدایت کرتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک بار فاقہ کیا جائے تاکہ جسمانی فضلہ خارج ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ جسم کی صحت و صفائی کا روح کی صحت و صفائی پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض جدت پسند مسلمان جو مذہبی قیود کا جُوا گردن سے اتارنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں نظر آتے ہیں، ان کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ روزہ منافی صحت ہے۔ اس سے جسم پژمردہ ہو کر کمزور ہوجاتا ہے، چہرہ کی رونق ختم ہو جاتی ہے، اور شدتِ بھوک و پیاس سے آنتوں میں درد اور دل میں جلن اور زبان میں خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔ جس سے انسان کو ازحد تکلیف ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بیمار کے لیے ماہر ڈاکٹر عمل جراحی تجویز کرتا ہے۔ جس سے بیمار کو وقتی طور پر بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر کوئی عقلمند نہ اس تجویز کو غلط کہے گا اور نہ ہی اسے ڈاکٹر کی مریض دشمنی پر محمول کرے گا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے اس وقتی و عارضی تکلیف کا نتیجہ اور ثمرہ بڑا خوشگوار اور پائیدار ہے۔ کیونکہ اگر ڈاکٹر یہ عمل نہ کرے تو اس کا نتیجہ مریض کی ہلاکت ہوگا، بعینہٖ یہی کیفیت روزہ اور دیگر اسلامی عبادات کی عارضی اور وقتی تکلیف کی ہے۔ چونکہ ان کا انجام دینی و دنیوی نقطہ نظر سے بڑا اچھا اور خوشگوار ہوتا ہے، جس کے مقابلے میں اس عارضی دکھ اور تکلیف کی کوئی وقعت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ عظیم الشان امور کی انجام دہی کے لیے جب تک جسم و جان کو محنت و مشقت کی کوٹھالی میں نہ ڈالا جائے اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی کہ ع

بے رنج گنج ہرگز میسر نمی شود

تحدیدِ روزہ کا راز

مذکورہ بالا بیان سے ایک اور سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا، جو بعض حلقوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ روزہ صرف ایک ماہ کا کیوں واجب کیا گیا ہے، اس سے کم و بیش کیوں واجب نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: ''روزہ ایک قسم کی دوا ہے، اور دوا کو بقدرِ دوا ہی استعمال کرنا چاہیئے اگر پورا سال اس دوا کے استعمال میں صرف کر دیا جاتا تو یہ غیر طبعی علاج ہوجاتا جس سے جسمانی جدوجہد اور شگفتی مزاج کا خاتمہ ہوجاتا اور اگر صرف ایک دو روز کا محدود وقت مقرر کیا جاتا تو اس میں دوا کا فائدہ ظاہر نہ ہوتا اس لیے اسلام نے سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک ماہ کا روزہ مقرر کیا اور وہ مہینہ بھی معین کر دیا گیا، تاکہ امت مُسلمہ اسلامی نظامِ وحدت کا مظاہرہ کر سکے، اور یہ وہی مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ شهر رمضان الذين انزل فيه القران۔

روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا

قرآن و حدیث اور تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ نماز کی طرح روزہ بھی گزشتہ تمام شریعتوں اور امتوں میں فرض رہا ہے، البتہ روزے کے احکام، اوقات اور ان کی تعداد بدلتی رہی ہے۔ آج بھی اکثر مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں (اگرچہ مسخ شدہ ہی کیوں نہ ہو) روزہ موجود ضرور ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

يا ايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں وہ خصُوصیت ہے کہ نماز و زکوٰۃ کی طرح ہر شریعت میں ہمیشہ فرض رہا ہے۔ اسلام نے جو کہ دینِ فطرت ہے، اس کے احکام، اوقات اور اس کی تعداد میں بڑی مُفید اصلاحات کرکے موجودہ شکل میں صرف ایک ماہ کے روزے واجب کیے ہیں، اس سے زیادہ تفصیلات میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

روزہ کے بعض خصوصیات

روزہ کو دیگر اسلامی عبادات سے بعض خُصوصی امتیازات حاصل ہیں۔ مثلاً ① اس کی ایک خُصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک خالص اور بے ریا عبادت ہے، جس میں ریاء و سمعہ کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ دوسری جتنی عبادتیں ہیں وہ کسی نہ کسی ظاہری ہیئت و حرکت سے بجالائی جاتی ہیں۔ مثلاً: نماز میں آدمی کو اٹھنا بیٹھنا پڑتا ہے، رکوع و سجود کرنا پڑتا ہے، حج میں طویل سفر کرکے لاکھوں افراد کی موجودگی میں ارکانِ حج بجالانا پڑتے ہیں، زکوٰۃ میں اور نہیں تو کم از کم ایک شخص دیتا ہے اور دوسرا لیتا ہے۔ الغرض ان عبادتوں کا حال چھپ نہیں سکتا۔ اس کے برعکس روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حال خدا اور بندے کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ ایک شخص سب کے روبرو سحری کھائے اور پھر افطار کے وقت تک بظاہر کچھ نہ کھائے پیئے۔ مگر چھپ کر کھا پی لے تو خدا کے سوا کس کو اس کی خبر ہوسکتی ہے؟۔ لوگ تو یہی سمجھتے رہیں گے کہ وہ روزہ سے ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں روزہ سے نہیں ہے۔ لہٰذا جو حقیقت میں روزہ رکھتا ہے سخت بھوک کی وجہ سے آنکھوں میں دم آرہا ہے۔ مگر کوئی چیز نہیں کھاتا، شدتِ پیاس سے دل جل رہا ہے، زبان کانٹے کی طرح سوکھ گئی ہے، مگر پانی کا ایک قطرہ حلق سے نیچے نہیں اتارتا۔ اسے خدا کے عالم الغیب ہونے پر کس قدر پختہ یقین ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت خواہ ساری دنیا سے چھپ جائے مگر خدائے علیم و خبیر سے نہیں چھپ سکتی۔ روزہ کے اسی اخلاص اور بے ریائی کا یہ اثر ہے کہ خداوند عالم (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے: الصوم لی وانا اجزی به۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی

اس کی جزا دوں گا۔ حالانکہ ہر کارِ خیر کی جزا خدا ہی دیتا ہے مگر روزہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کی جزا کو خاص طور پر اپنی طرف نسبت دی ہے۔ پھر مسلسل ایک ماہ تک انسان کو اس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، یا اس کو یہ ٹریننگ دی جاتی ہے، تاکہ خدا کو عالم الغیب جان کر اور حشر و نشر پر یقین رکھ کر گناہوں سے بچنے اور چھپ کر بھی اس کی قانون شکنی سے اجتناب کرنے کا اس میں ملکہ کاملہ پیدا ہو جائے۔

② روزے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ طویل مدت تک بندے سے احکام شریعت کی اطاعت کراتا ہے۔ نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت سال میں صرف ایک بار آتا ہے اور وہ بھی چند منٹ اور وہ بھی سب کے لیے نہیں، ان کے برخلاف روزہ سال میں پورے ایک مہینہ تک شب و روز اتباعِ شریعت کی مشق کراتا ہے۔ جس طرح فوج کو جفاکش بنانے کیلئے ایک دو ماہ کے لیے ہر سال جنگلوں اور پہاڑوں میں رکھا جاتا ہے، جہاں سپاہی ہر روز میلوں پیدل چلتے ہیں اور پہروں بھوکے پیاسے رہتے ہیں اور اسے "کیمپ لائف" کہا جاتا ہے، اس طرح امت مسلمہ کے لیے ماہِ رمضان "کیمپ لائف" ہے۔ خود ہی اندازہ لگائیے کہ جو لوگ دنیا بھر کی نعمتوں کو ٹھکرا کر ہر روز کم از کم بارہ گھنٹے پیاسے رہتے ہیں، نمازِ پنجگانہ کے علاوہ نمازِ تہجد بھی ادا کرتے ہیں، سحری کے بعد تلاوتِ قرآن کرتے ہیں، پورا مہینہ خدا کے تصور میں ڈوبے رہتے ہیں۔ غرباء اور مساکین کی نگہداشت کرتے ہیں، اپنی کمائی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، وہ تقدس و توازن کی کس منزل پر پہنچ جاتے ہوں گے؟ اس قسم کے جلیل و جمیل لوگ صرف مذہب کے سانچے ہی میں ڈھل سکتے ہیں، اس کے بعد ان کو گیارہ مہینہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، تاکہ اس ایک ماہہ تربیت کے آثار ظاہر ہوں، اور اگر پھر بھی کچھ کمی رہ جائے تو آئندہ سال اسے پورا کیا جائے۔ (حبل الخالق)

روزہ رکھنے کی فضیلت

روزہ کی فضیلت میں احادیث مستفیضہ وارد ہیں۔

① جناب زرارہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا:

"بنی الاسلام علی خمسة اشیاء علی الصلوة والزکوة والحج والصوم والولایة"

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے اور وہ پانچ ستون یہ ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت اہل بیتؑ۔ (اصول کافی)

② حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا نے فرمایا: "الصوم لی وانا اجازی علیه"۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ (فقیہ و کافی)

③ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: "نوم الصائم عبادة وصمت تسبیح و عمله متقبل و دعائه مستجاب"۔ روزہ دار کی نیند عبادت، اس کی خاموشی تسبیح اس کا عمل مقبول اور اس کی دعا مستجاب ہے (فقیہ)

④ فرمایا: "الصوم جنة من النار" روزہ جہنم سے بچنے کی ڈھال ہے۔ (مستدرک الوسائل)

روزہ کے آداب

یہ بات صاحبان عقل و فکر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر چیز کے کچھ شرائط و آداب ہوتے ہیں جب تک ان کو ملحوظ نہ رکھا جائے اس وقت تک اس چیز کے مطلوبہ نتائج و ثمرات حاصل نہیں ہوتے اسی طرح روزہ کے بھی کچھ آداب ہیں جن کا مذکورہ بالا مادی و روحانی فوائد حاصل کرنے کے لیے ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ اگر ان آداب کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر روزہ دار کا حصہ روزہ سے بھوک و پیاس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، جیسا

کہ بعض اخبار و آثار میں وارد ہے کہ: "کم من صائم لیس له من صیامه الا الظماء"۔ "بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے سوائے بھوک و پیاس کے اور کچھ نہیں ملتا"۔ بہرحال آداب کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ جو دو حدیثوں میں مذکور ہے۔

① حضور ﷺ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا:
"یا جابر هذا شهر رمضان من صام نهاره وقام ورداً من لیله وعف بطنه وفرجه وکف لسانه خرج من ذنوبه کخروجه من الشهر فقال جابر یا رسول الله ما احسن هذا الحدیث فقال رسول الله صلی الله علیه واله یا جابر ما اشد هذه الشروط"

اے جابر یہ ماہِ رمضان کا مہینہ ہے۔ جو شخص اس کے دن میں روزہ رکھے اور رات کا کچھ حصہ نماز کیلئے قیام کرے اور اپنے شکم و شرمگاہ کی حرام سے حفاظت کرے اور زبان کو (ناجائز باتوں سے) روکے تو وہ گناہوں سے اس طرح خارج ہوجائے گا جس طرح اس مہینہ سے خارج ہوگا جابر نے کہا یا رسول اللہ یہ حدیث کتنی عمدہ ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور یہ شرطیں کس قدر سخت ہیں؟ (فروع کافی)

② جناب محمد بن قاسم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا:
"اذا صمت فلیصم سمعك و بصرك وشعرك و جلدك وعدد اشیاء غیر هذا وقال لایکون یوم صومك کیوم فطرك"

جب تم روزہ رکھو تو چاہیئے کہ تمہارے کان، آنکھیں، بال اور چمڑا بھی روزہ رکھے اسی طرح بعض اور اعضاء شمار کرنے کے بعد بطور خلاصہ فرمایا تمہارے روزہ والا دن تمہارے افطار کے دن کی مانند نہ ہو۔ (فروع کافی)

③ ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے تو یہ جواب میں کہے بھائی میں روزہ سے ہوں (اس کے) اس جواب پر خداوند عالم فرماتا ہے میرے بندے نے میرے بندے کے شر سے بچنے کیلئے روزہ سے پناہ مانگی ہے میں اسے آتش جہنم سے پناہ دیتا ہوں۔
(حدائق ناظرہ)

کن لوگوں پر روزہ واجب ہے

روزے کے وجوب کے پانچ شرائط ہیں۔
① بلوغ ② عقل ③ صحت یا عدم مرض ④ حضر یا عدم سفر ⑤ حیض ونفاس سے خالی ہونا ان شرائط کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ بلوغ، بالاتفاق نابالغ پر (لڑکا ہو یا لڑکی) دیگر عبادات کی طرح روزہ بھی واجب نہیں ہے۔

بلوغ کے علامات

لڑکے لڑکی کے بلوغ کے علائم و آثار مختلف ہیں۔ مثلا بنابر مشہور و منصور لڑکے کا بلوغ چند علامتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ① زیر ناف بالوں کا سخت ہونا، ② سوتے یا جاگتے کی حالت میں مادہ منویہ کا خارج ہونا، جسے احتلام کہا جاتا ہے، ③ کامل پندرہ سال کا ہوجانا۔ بعض اقوال اور بعض اخبار و آثار سے چودہ سال بھی ظاہر ہوتے ہیں، اور لڑکی کا بلوغ بھی چند علامتوں کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ اول اور دوم تو وہی علامتیں ہیں جو لڑکے کے بلوغ کے سلسلہ میں مذکور ہیں۔ سوم حیض کا آنا چہارم حاملہ ہوجانا، پنجم بنابر مشہور نو سال کا مکمل ہوجانا۔ جناب شیخ طوسی نے مبسوط کے باب الصوم میں اور جناب ابن حمزہ نے دس سال کا قول اختیار کیا ہے۔ اگر دوسری علامتیں پندرہ یا نو سال سے قبل بھی ظاہر ہوجائیں تو بلوغ ثابت ہوجائے گا۔

اظہارِ حقیقت

لڑکے کے بلوغ کی علامات اور اس کے سن و سال تو سمجھ

MUBAHILATV.COM

میں آنے والی باتیں ہیں مگر لڑکی کے بلوغ کا مسئلہ کہ کب ہو جب کامل نوسال کی ہوجائے تو شرعاً بالغ متصور ہوگی اور اس پر شریعت کے تمام اوامر ونواہی کی پابندی لازم ہوگی اور اس پر شرع اقدس کے تمام حدود وتعزیرات لاگو ہوں گے جب سے شعور کی حدود میں قدم رکھا ہے۔ یہ مسئلہ سوہان روح بنا رہا ہے کیونکہ سخت گرم علاقوں۔ (جیسے عرب کے اکثر و بیشتر حصے) میں تو یہ ممکن ہے کہ نوسال کی لڑکی بالغہ وراشدہ ہوجائے۔ لیکن مُعتدل اور بالخصوص سرد علاقوں میں تو نوسال کی لڑکی بالکل کم سن بچی سمجھی جاتی ہے نہ تو اسے یمین ویسار اور اپنے نفع و نقصان کا کوئی علم ہوتا ہے نہ روزہ رکھنے کی طاقت اور نہ دیگر قواعد شریعت کی پابندی کی عادت بلکہ گڑیوں اور سہیلیوں سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت اسلامیہ صرف عربوں یا گرم علاقوں کے باشندوں کے لیے تو نہیں ہے، بلکہ عالمی شریعت ہے اور ہر ملک اور ہر علاقے کے باشندوں کے لیے واجب الاتباع ہے۔ تو پھر اس کے احکام میں بھی ایسی لچک اور موزونیت ہونی چاہیئے کہ ہو بآسانی تمام ممالک کے لوگوں پر منطبق ہوسکیں۔ چنانچہ نجف اشرف کے دورانِ قیام میں ایک بار کاظمین کی زیارات پر جانے اور فلیسوف الفقہاء علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی سے نیاز ملاقات حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو اپنے انہی دیرینہ قلبی تاثرات کا ان سے اظہار کیا اس وقت آنجناب بہت معمر اور مکفوف البصر ہوچکے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے دل ودماغ میں بھی اسی قسم کے خیالات پیدا ہوئے تھے اور جب بعض کتب حدیث جیسے وسائل الشیعہ کی طرف رجوع کیا تو اسی قسم کی بعض حدیثیں نظر سے گزری تھیں کہ لڑکی پر اس وقت روزہ واجب ہوتا ہے جب اسے حیض آئے یا اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور یہ شبہ زائل ہوگیا تھا۔ پھر فرمایا کہ تم بھی ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا۔ چنانچہ حسب الحکم جب وسائل، مُستدرک الرسائل، وافی، قواعد الدین اور حدائق وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کیا تو اسی قسم کی مُتعدّد حدیثیں نظر سے گزریں ''وعلی الجاریۃ اذا حاضیت الصیام'' جب لڑکی کو حیض آئے تو اس پر روزہ واجب ہے) وسائل الشیعہ (اسی طرح وسائل اور مُستدرک میں کئی حدیثوں میں وارد ہے کہ لڑکے پر روزہ اس وقت واجب ہے کہ ''اذا اطاق'' جب اسے رکھنے کی طاقت ہو ظاہر ہے کہ لڑکی کا حکم بھی یہی ہے۔ کیونکہ تکلیف مالایطاق تو عقلاً و شرعاً محال اور قبیح ہے۔ تہذیب الاحکام میں بروایت عمار ساباطی صادق آلِ محمد علیہ السلام سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''والجاریۃ مثل ذالک اذاتی بھاثلث عشرۃ حاضت قبل ذلک فقد و جبت علیھا الصلوۃ وجری علیھا القلم''

اسی طرح جب لڑکی تیرہ سال کی ہوجائے یا اس سے پہلے اسے حیض آجائے (جیسا کہ گرم علاقوں میں ایسا ہوتا ہے) تو اس پر نماز واجب ہوگی اور اس پر قلم شریعت جاری ہوگا۔ اس حدیث میں لڑکی کے بلوغ کی عمر تیرہ سال وارد ہے۔ یہ حدیث پہلی حدیثوں کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ مُعتدل علاقوں میں بالعموم حیض تیرہ چودہ سال کی عمر میں شروع ہوتا ہے اور اس وقت لڑکی کی سمجھ بوجھ اور طاقت وقدرت اس قدر ہوجاتی ہے کہ احکام شریعت کا بوجھ اٹھا سکے اور اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکے۔ لہٰذا اس طرح مذکورہ بالا شبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ اور بات بالکل واضح و آشکار ہوجاتی ہے۔ اس لیے ہمارا رجحان طبع اسی قول کی طرف ہے۔ مگر شہرت عظیمہ اور احتیاط کی مخالفت بھی مُشکل ہے۔ لیکن ان حالات میں مشہور کی موافقت کا اعلان کرنا اس سے بھی زیادہ مُشکل ہے۔ بایں ہمہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تاباِمکان قولِ مشہور کی متابعت کی جائے۔ واللہ العالم۔

اندرونِ و بیرونِ ملک اہلِ ایمان سے اپیل

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا کی

جامع مسجد کی تعمیرِ نو ہو رہی ہے

لہٰذا مومنین مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں

تمام رقوم درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں بجھوائیں

08940007113901

حبیب بینک گل والا چوک سرگودھا

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

بقیہ صحابہ حضرت علیؑ کی نظر میں

اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

اللہ خباب پر رحم کرے وہ شوق اور رغبت سے اسلام لائے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہجرت کی اور پوری زندگی ہجرت میں گزاری اور انھیں دین اسلام کی خاطر مختلف قسم کی جسمانی تکلیفیں دی گئیں، اور جو لوگ اچھا عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

خلاصہ

صحابہ کرام حضرت نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے، مکہ میں مشرکین کے مظالم برداشت کیے، اللہ کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑے اور ہجرت کی صعوبتیں برداشت کیں، قرآن مجید کی بہت سی آیات ان مخلصین کی شان میں نازل ہوئیں، مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد صحابہ کرام نے مال وجان کی قربانی دی، اللہ کے راستے میں جہاد کیا، صحابہ کرام نے حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں ان کا ساتھ دیا، مہاجرین وانصار حضرت کے دست بازو کی حیثیت سے ساتھ رہے، ان میں حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، اور حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہم کے کے نام اہم ہیں۔ حضرت علیؑ نے اصحاب النبیؐ کی شان میں مختلف اوقات میں مختلف ارشادات فرمائے ان سے ان مخلصین کی امام علیؑ کے ہاں مقام ومنزلت کا پتا چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی عظمت کے لیے قربانیاں دینے والے صحابہ کرام کی زندگیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆

القائم جیولرز
MUBAHILATV.COM
مومنین کے لیے
خصوصی رعایت کی جائے گی
حسین و لطیف اور خالص سونے کے زیورات
کے لیے ہماری خدمات حاصل فرمائیں
ریاض حسین اظہر عباس
0483-3767214
0300-6025114
0346-5523312
القائم جیولرز اسلام پلازہ گیسوں والی گلی بلاک نمبر3 نزد کچہری بازار سرگودھا

بقیہ باب الاعمال

من صوتك ان انكر الاصوات لصوت الحمیر۔ (لقمان ۲) اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور زمین پر اترا کہ نہ چل کیونکہ اللہ کسی اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور بات کرنے میں ہولے ہولے بول کیونکہ سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

بہر حال اسلام میں اِنکساری وخاکساری ایک شریفانہ صفت ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ خاکساری اور ذلت ودنائت اور بیچارگی میں بڑا فرق ہے۔ خاکساری کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں کبر وغرور پیدا نہ ہو اور ہر شخص دوسرے کی عزت کرے۔ لیکن دنائت و ذلت کا یہ مطلب ہے کہ انسان بعض اغراض فاسدہ کے لیے اپنی خودداری کے جوہر کو کھودے۔ کیونکہ خاکساری کی وجہ سے مرتبہ بڑھتا ہے اور دنائت و بیچارگی سے مقام گھٹتا ہے۔ یہ تھے امہات المُہلکات کے اضداد۔

قبلہ مولانا الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی
کی جملہ کتب
حاصل کرنے کے لیے
درج ذیل فون نمبر پر اقبال حسین سے رابطہ کریں
0300-5379405

بقیہ باب العقائد

تھیں آئندہ کہاں لے جائیں گی؟" آنکھیں دیکھتی تھیں مگر ان لفظوں کے سوا کچھ دکھائی نہ پڑتا تھا۔ کان سنتے تھے مگر یہی ایک فقرہ، میری نیند اچاٹ ہوگئی اور کھانا پینا چھوٹ گیا۔ عجب حالت تھی، دل میں خوف، جسم کو لرزہ، زبان خاموش اور دماغ میں اسی ایک فقرہ کی صدائے بازگشت: "لیکن اگر میں صادق القول ہوں تو تمھاری آزادیاں تھیں آئندہ کہاں لے جائیں گی؟"...... آٹھ دس روز تک میری یہی حالت رہی، اور میں یہ لکھتے ہوئے آج بھی بے انداز خوشی اور سرور محسوس کرتا ہوں کہ بطفیل چہاردہ معصومینؑ آخر میں دل ودماغ نے وہ سوال حل کر لیا جو سالہا سال تک میرے لیے ایک مُعمہ رہا تھا۔

(رسالہ میں شیعہ کیوں ہوا از حلمی)

سچ ہے: "ما یخرج من القلب یقع فی القلب"۔ یعنی "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"۔ خدا کرے ہماری یہ کتاب بھی اسی طرح گم گشتگان وادی ضلالت و سرگردانِ ورطہ غوایت کے لیے باعث رشد وایمان اور شمع ہدایت وایقان ثابت ہو۔ بجاہ النبی وآلہ الاطہار علیہم السلام۔

آیاتِ شفاء

وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اخبارِ غم

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

موت العالم موت العالم

☆ جامعۃ المنتظر کے سینئر مدرس حجۃ الاسلام مولانا موسیٰ بیگ رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم ایک باعمل عالم دین تھے۔ زندگی بھر تدریس و تبلیغ میں مصروف عمل رہے۔ ان کی دینی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جوار معصومین علیہم السلام میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی وآلہ

☆ ملک عطا محمد صاحب کرڑ کی اہلیہ مولانا نذر عباس و مولانا توقیر عباس کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنّت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی وآلہ

☆ فروکہ کے ساجی اور مذہبی رہنما جناب وجاہت حسین خان کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی وآلہ

☆ چودھری صابر حسین باجوہ کی بیٹی اور چودھری غضنفر حسین باجوہ کی ہمشیرہ چودھری دلاور حسین باجوہ کی بھتیجی رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

آیاتِ شفاء

وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ

اِلتماسِ دعاء

برائے صحت

☆ مولانا ناصر حسین صاحب آف حاجی مہرہ ڈیرہ اسماعیل خان صاحب فراش ہیں۔

☆ جناب الحاج دلاور حسین باجوہ صاحب بیمار ہیں

☆ سردار امیر علی خان آف ساہی وال ضلع سرگودھا

☆ جناب ملک امیر حیدر سنگھا صاحب آف خوشاب کے ماموں جان بیمار ہیں۔

☆ سید مشتاق حسین نقوی

☆ محمد حسنین گارڈ بیمار ہیں

ان سب کی صحت یابی کے لیے جملہ اہلِ ایمان کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ بارگاہِ رب العزت میں بطفیل سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام دعا کریں کہ وہ ان حضرات کو صحت کاملہ و عاجلہ مرحمت فرمائے۔

Registered No. (G) H.C/722

تشنگانِ علومِ دینیہ کے لیے خوشخبری

حضرت آیۃ اللہ

علامہ محمد حسین نجفی

پرنسپل و بانی جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

جامعہ ہذا میں قیام پذیر ہو گئے ہیں

طلاب اور اساتذہ کو درسِ "علم الکلام" باقاعدگی سے دے رہے ہیں

دینی علوم کے شائقین مدرسہ ہذا میں
داخلہ کے لیے رابطہ فرمائیں

ناظم جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

رابطہ نمبر: 0301-6702646